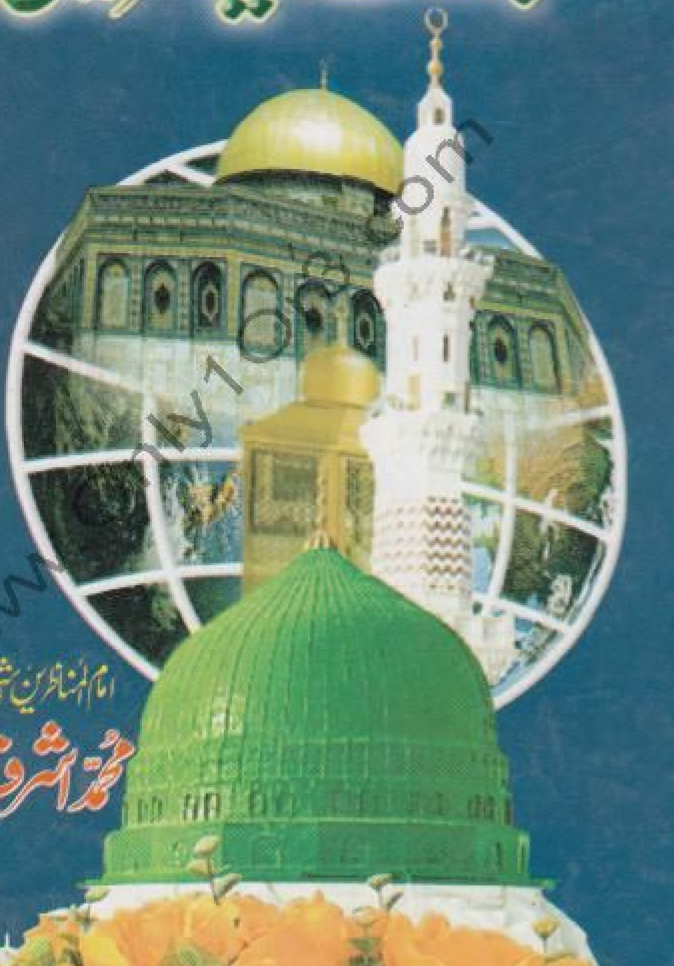
انبیاء سابقین

اور

بشارات سید المرسلین ﷺ



امام المناظرین شرف العلماء علامہ ابو الحسنات

محمد اشرف سیالوی زید مجدہم

اہل السنۃ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین
مصنف	شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی
تزئین واہتمام	محمد ناصر الہاشمی
اشاعت	ستمبر 2005
تعداد	1100
ناشر	اہل السنہ پبلی کیشنز دینہ (جہلم)
قیمت	66 روپے

ملنے کے پتے

جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام کالج روڈ سرگودھا فون نمبر: 0451-724695

ہاشمی بک سٹال مصطفےٰ آباد مین بازار عقب جامعہ قادریہ رضویہ بولے دی جھگی فیصل آباد فون نمبر: 0300-6618292,6689539

فرید بک سٹال 38 اردو بازار لاہور فون نمبر: 042-7312173

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد فون نمبر: 041-626046

مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور فون: 042-7324948

احمد بک کارپوریشن راولپنڈی فون نمبر: 051-5558320

www.OnlyOneOrThree.com

فہرست مضامین

www.OnlyOneOrThree.com

حرفِ آغاز

انبیاء کرام اور رسل عظام نے اپنے دور میں توحید خداوند تعالےٰ اور اعلان رسالت کے بعد جو اہم کام سرانجام دیا وہ سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی دنیا میں تشریف آوری کا اعلان تھا اور ہر نبی و رسول سے روزِ میثاق جو عہد کیا گیا تھا اس کو نبھاتے ہوئے عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی امتوں کے اذہان میں نقش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور یہ انہی قدسی صفات پیغمبرانِ کرام اور ترجمانِ حقیقت کے اظہارِ حقیقت کا ہی نتیجہ تھا کہ یہود جیسی اکھڑ اور ضدی قوم مشکل پیش آنے پر اپنے آباؤ اجداد اور اپنے انبیاء و رسل جن میں حضرت خلیل اللہ علیہ السّلام کے علاوہ حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت موسیٰ کلیم و حضرت ہارون علیہم السلام جیسی شخصیات بھتیں کی بجائے اگر توسل کرتے تھے اور اللہ تعالےٰ کی جناب میں استعانت کرتے تھے تو پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام اقدس سے آپ کی غلامی کا شرف حاصل کرنے کے لئے بنو النضیر اور بنو قریظہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دارِ ہجرت میں آکر ڈیرے لگاتے نظر آتے ہیں اور ان کے اکابر مرتے وقت اصاغر کو وصیت کرتے ہیں کہ اگر تمہاری زندگی میں اس نبی رحمت کا ظہور ہو جائے تو ہمارے متعلق عرض کرنا کہ وہ تمہاری راہ میں آنکھوں کا فرش بچھائے رہے اور متاع عمر عزیز کو آپ کی انتظار پر ہی قربان کر گئے لہذا روزِ حشر ان کو اپنے غلاموں میں شمار کرنا۔ شہنشاہ تبع بھی آپ کے لئے مکان تیار کراتا اور آپ کی غلامی کا اعتراف ان

الفاظ میں کرتا ہوا نظر آتا ہے ع

شہدت علیٰ احمد انہٗ ۔ رسُول من اللہ باری النسم   نلو مد عمری الی عمرہ ۔ لکنت لہ وزیراً وابن عم

ادھر شہنشاہ حبشہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہٗ کے ہاتھ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے مصداق "احمد مرسل" صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طوق غلامی اپنے گلے میں ڈالتا نظر آتا ہے اور حضرت سلمان فارسی رضؓ صدیوں تک راہبوں کی صحبت اور خدمت کے صلہ میں یہی انعام پاتے ہیں کہ ان کو پیغمبر آخرالزمان کے محل ظہور اور دارِ ہجرت کا پتہ بتا کر ادھر روانہ کر دیا جاتا ہے اور بالآخر وہ اس گوہرِ مقصود کو مدینہ منورہ میں پا لیتے ہیں اور دل و جان سے قربان ہو کر رہ جاتے ہیں۔ وفد نجران کے عیسائی اپنی تمام تر کج بحثیوں کے بعد مباہلے میں یہ کہتے ہوئے پسپائی اختیار کرتے نظر آتے ہیں کہ یہ سچے نبی ہیں اور ان کے ساتھ مباہلہ کرنے سے ہم بلکہ ہماری قوم بھی روئے زمین سے نیست و نابود ہو کر رہ جائے گی اور جزیہ دے کر رعایا بننے میں عافیت دیکھتے ہوئے غلامی میں آجاتے ہیں۔

تورات کے حق پرست علماء حضرت عبداللہ بن سلام اور کعب احبار اور دیگر اکابر انہیں بشارات کا مصداق آپ کو سمجھتے ہوئے آباء و اجداد کا دین چھوڑ کر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حلقہ غلامی میں داخل ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ عالم اسلام کے محسنین صحابہ کرامؓ اور تابعین نے جس طرح میدانِ کارزار میں اسلام کی صداقت اور حقانیت کا لوہا منوایا اور زور بازو سے کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ سے ان کے ممالک چھین کر ان میں اسلام کی تعلیمات کو جاری کر کے ان کو اسلام کی برکات سے مالا مال کر دیا اور نبی اُمی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سچا غلام بنا دیا۔ ہم بھی اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں اسلام کی سربلندی اور ترویج و اشاعت کے لئے صرف کرتے اور اہلِ عالم کو حلقہ بگوشِ بانیٔ اسلام علیہ السّلام کرتے۔ لیکن بدقسمتی سے عالم اسلام کے باہمی افتراق و انتشار سے جس طرح

www.OnlyOneOrThree.com

جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کا وہ عظیم فریضہ متروک ہوا تقریر و تحریر کے ذریعے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینے اور دلائل و براہین سے اسلام اور بانیٔ اسلام کی صداقت اور حقانیت واضح کرنے کا فریضہ بھی نظر انداز ہو گیا حتیٰ کہ دشمنانِ اسلام نے ممالک اسلامیہ میں اپنے مراکز قائم کر کے مسلمانوں کو رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی برگشتہ کرنا شروع کر دیا۔ اور قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک انہوں نے اپنے اس ناپاک منصوبے میں سو فیصد سے بھی زیادہ ترقی حاصل کی۔ یہ تو صرف پاکستان کا حال ہے اور باقی ممالک کی حالت بھی کوئی اس معاملہ میں قابلِ داد و تحسین نہیں بلکہ وہاں غفلت مجرمانہ کا یہ سلسلہ اسی طرح ترقی پذیر ہے اور ہم ہیں کہ اس طرف سے آنکھیں بند کر کے صرف ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں مصروف ہیں۔ ذہنی صلاحیتیں۔ زورِ قلم اور مالی وسائل سب باہمی اختلاف انتشار کو وسیع کرانے میں صرف ہو رہی ہیں اور مخالفین اسلام کو کھلی چھٹی دے دی ہے بلکہ بالواسطہ انہیں کا کام کرنے اور ان کے لئے فضا سازگار کرنے میں مصروف ہیں۔

بندہ نے اپنے طور پر کوشش کی ہے بلکہ اس کا آغاز کیا ہے کہ دوسری طرف بھی آنکھیں کھول کر دیکھا جائے کہ خدمتِ اسلام کا کوئی دوسرا محاذ بھی ہے اور لوگوں کو یہودیت و نصرانیت کے جال میں پھنسنے سے روکنا اور بچانا اور قرآن مجید کو چھوڑ کر تورات و انجیل کی اتباع کرنے اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن چھوڑ کر دوسرے انبیاء علیہم السلام کی غلامی اختیار کرنے سے باز رکھنا بھی از حد ضروری ہے۔

اور اس کی صرف یہی صورت اس وقت قابلِ عمل ہے کہ ہم ان کتبِ قدیمہ اور انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی زبانی سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی عظمت و حرمت اور قرآن مجید کی صداقت و حقانیت کے دلائل و براہین ان کے سامنے رکھیں اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت سے ان کو آگاہ کریں اور خاتم رسالت و نبوت کی وہ خصوصیات ان کو بتلائیں جن کی وجہ سے آپ سلسلۂ نبوت و رسالت کے

خاتم و فاتح قرار پائے اور مقصود و حاصل تا کہ غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی دوسرے نبی کی غلامی اختیار کرنے کا خیال تک بھی نہ آسکے اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو محبوب کبریاء علیہ التحیۃ والثناء کی عظمتوں کے آگے سرِ نیاز جھکانا پڑے اور آپ کے طوق غلامی کو گلے میں ڈالنے پر ہی دارین کی فوز و فلاح نظر آئے۔

اس جذبہ کے تحت چند بشارات تورات و انجیل اور دیگر صحائف سے منتخب کر کے ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر سعی کو قبول فرمائے اور بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں منظور نظر ٹھہرائے اور اسے اہل ایمان و ایقان کے ثبات و استقلال اور اہلِ کتاب کی ہدایت و ارشاد کا ذریعہ بنائے۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز وھو ولی التوفیق علیہ توکلت والیہ انیب وصلی اللہ علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین والتابعین لھم باالاحسان الی یوم الدین

محمد اشرف سیالوی غفرلہ

www.OnlyOneOrThree.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین رحمۃ العالمین احمد الحامدین ومحمد المحمودین المبشر بہ فی التوراۃ والانجیل وسائر صحائف الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ الکاملین الاکملین والتابعین لہم بالاحسان الیٰ یوم الدین امابعد! قرآن مجید نے متعدد مقامات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تورات وانجیل میں مذکور ہونے اور اہلِ کتاب کے ہاں جانے پہچانے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے متعلق اعلانِ رسالت کے ساتھ ہی پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کا اعلان کرنے اور بشارت دینے کا دعویٰ کیا ہے۔

۱۔ ارشاد خداوند تبارک وتعالےٰ ہے۔

الذین یتبعون الرسول النبی الاُمّیَ الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویُحِلُّ لھم الطیبات ویحرّم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم فالذین آمنوابہ وعزّروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رُسول کی جو نبی اُمّی ہے کہ

جن کو لکھا ہُوا پاتے ہیں اپنے ہاں تورات وانجیل میں وہ حکم دیتے ہیں ان کو نیکی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے اور حلال ٹھہراتے ہیں ان کے لئے سب پاکیزہ چیزیں اور حرام ٹھہراتے ہیں ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتے ہیں ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ پابندیاں سخت جو ان پر تھیں۔ پس جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم و تکریم کی اور ان کی امداد و اعانت کی اور تابع ہوئے اس نور کے جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (سورۂ اعراف پ ۹)

اس آیتِ مبارکہ میں نہ صرف آپ کے بشارات اور تذکروں کا تورات وانجیل میں مرقوم ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے بلکہ بہت سے صفات کمال اور مقاصد بعثت کے وہاں مذکور ہونے کا دعویٰ بھی کیا گیا ہے جن کے مُطابق آپ کی بعثت ہوئی اور ان کتابوں کی حقانیت واضح ہوئی۔

۲۔ فرمان باری تعالےٰ ہے:۔

واذا اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ الایۃ۔

اے محبوب یاد کرو اس وقت کو جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عہد لیا کہ جب عطا کر دوں تمہیں کتاب اور حکمت پھر تمہارے پاس آئے۔ وُہ رُسول جو تصدیق کرنے والا ہے ان آیات کی جو تمہارے ساتھ ہیں تو ضرور بالضرور ایمان لاؤ گے ساتھ ان کے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے۔

یہاں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی کتاب اور آیات کے لئے تصدیق کی نسبت کی گئی ہے۔ اور تصدیق کی فی الجملہ ایک صورت یہ ہے کہ جو کچھ صفات وکمالات اور اخلاق واطوار آپ کے انہوں نے بیان فرمائے آپ ان کے مطابق تشریف لائے۔ لہٰذا اس طرح ان کی تصدیق

www.OnlyOneOrThree.com

ہو گئی ۔

٣ ۔ ارشاد رب العزت ہے ۔

واذقال عیسیٰ بن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

(سورۃ صف پ ٢٨)

ترجمہ :۔ اور یاد کرو اے محبوب اس وقت کو جب کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا اے بنی اسرائیل بے شک میں اللہ تعالےٰ کا رسول ہوں تمہاری طرف درآنحالیکہ بلکہ تصدیق کرنے والا ہوں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی اور شہادت دینے والا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام نامی احمد ہے ۔

اس آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دعویٰ رسالت کے ساتھ ہی تورات کی تصدیق اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت کا اعلان کیا گیا ہے اور ان کے نام مقدس اور شان حامدیت اور محمودیت یا دونوں کی تصریح بھی کر دی گئی ہے کیونکہ احمد اشھر کی طرح ہو تو بہت زیادہ حمد کیا ہوا کا معنی ادا کرے گا اور اعلم کی طرح ہو تو بہت زیادہ حمد کرنے والا کا معنی ادا کرے گا اور دونوں خوبیاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود ہیں ۔ حامد بھی ہیں اور محمود بھی بلکہ حامدین میں سب سے سابق لہذا احمد کہلائے اور محمودین میں سب سے اکمل لہذا محمدؐ کہلائے

٤ فرمان خداوند جل وعلیٰ ہے ۔

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین ۔

ترجمہ :۔ اور اس سے قبل یہودی لوگ آپ کے ساتھ دشمنوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے پس جب وہ رسول آ گئے جن کو انہوں نے پہچان رکھا تھا اور پوری

پوری معرفت حاصل کر رکھی تھی تو ان کے ساتھ کفر کیا پس اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے کفر کرنے والوں پر ۔

اس آیت کریمہ کے دو معانی بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ کفار و مشرکین کے ساتھ جنگ کرتے وقت ان پر فتح و نصرت اور غلبہ حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی اور اسم گرامی کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے عرض کرتے تھے ۔

"اللھم انصرنا بنبی آخر الزمان"

اے اللہ پیغمبر آخر الزمان کے صدقے میں ہماری امداد فرما اور اللہ تعالےٰ آپ کے طفیل انہیں فتح و نصرت عطا فرماتا تھا ۔

دوسرا معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہود جب اپنے اعداء اور مخالفین کے ساتھ مقابلہ و مقاتلہ میں عاجز آتے تو انہیں تبلاتے کہ عنقریب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہونے والا ہے اور ہم ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر تمہیں نیست و نابود کر دیں گے لیکن جب آپ تشریف لائے تو وہ کفار و مشرکین یعنی اوس و خزرج تو مشرف باسلام ہو گئے اور یہ منکر اور کافر اور بالآخر انہیں کے ہاتھوں ذلت اور رسوائی کے ساتھ دوچار ہوئے کچھ قتل ہوئے اور کچھ جلا وطن اور اس کفر و جحود کا موجب صرف یہ حسد تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور بنی اسماعیل میں کیوں ہوا نہ کہ کوئی غلط فہمی یا معرفت میں کمی ۔

٥ ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

الذین اٰتینٰھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون ۔

ترجمہ :۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات) عطا کی ہے وہ اس

www.OnlyOneOrThree.com

پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے کہ اپنے بیٹوں کو اور بے شک ان میں ایک جماعت البتہ حق کو چھپاتی ہے۔ حالانکہ انہیں اچھی طرح علم ہے اکہ حقیقت حال کیا ہے اور کتمان حق کی سزا کیا ہے۔ مگر حسد نے ان کے لئے اعتراف حق کی کوئی گنجائش نہ چھوڑی اور اتباع رسالت کے ذریعے ابدی راحتوں کے حاصل کرنے کی بجائے جہنم کی دہکتی آگ کا انگارہ بننا ان کے لئے سہل کر دکھلایا:

۶۔ اللہ تعالےٰ کا ارشادِ گرامی ہے:۔

وَدّ کثیر من اھل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفاراً حسدا من عند انفسھم من بعد ما تبین لھم الحق فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ ان اللہ علیٰ کل شیئ قدیر۔

ترجمہ:۔ بہت سے اہلِ کتاب اس امر کی خواہش رکھتے ہیں کہ تمہیں دولتِ ایمانی سے بہرہ ور ہونے کے بعد کفر کیطرف لوٹا دیں۔ بسبب اس حسد کے جو ان کے اندر سے پیدا ہونے والا ہے باوجودیکہ حق ان پر واضح ہو چکا ہے تو ان سے عفو اور درگذر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اپنا حکم بھیجے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

چنانچہ بار بار عفو و درگذر کرنے اور مہلت پر مہلت دینے کے باوجود جب ان کی آتشِ حسد سرد نہ ہوئی اور اہلِ اسلام کے خلاف سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا سلسلہ بند نہ کیا تو اللہ تعالےٰ کا حکم موعود آ پہنچا اور بنو قریظہ قتل ہوئے اور بنو النظیر جلاوطن اور مال و دولت اور سیادت وقیادت جس کے حرص و لالچ میں کتمان حق کا ارتکاب کیا وہ نہ ان کو دنیوی عذاب اور ذلّت و رسوائی سے بچا سکا اور نہ آخروی عذاب سے بچا سکے گا۔ کما قال تعالیٰ

۷۔ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا لکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس

مایشترون ۰ لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم ۰

ترجمہ:۔ اے محبوب یاد کرو اس وقت کو جب اللہ تعالیٰ نے عہد لیا ان لوگوں سے جو کتاب دیئے گئے تھے کہ تم ضرور بالضرور اسے لوگوں کے لئے بیان کرنا اور اس کو بالکل نہ چھپانا لیکن انہوں نے اس کے پس پشت پھینک دیا اور اس کے عوض قلیل و حقیر مال حاصل کیا۔ پس بُرا ہے وہ جو خریدتے ہیں نہ گمان کر ان لوگوں کو جو خوش ہوتے ہیں اس پر جس کا ارتکاب کرتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ تعریف کئے جائیں ساتھ اس کے جو انہوں نے نہیں کیا تو ہرگز انہیں عذاب سے نجات پانے والے نہ سمجھیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس جگہ اللہ تعالےٰ نے اہلِ کتاب سے نبی اُمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بشارات اور ان کے اوصاف و کمالات کو لوگوں کے سامنے بیان کے عہد کا اور اس کو پورا نہ کرنے کا ذکر فرمایا اور ان کے حرص و لالچ اور طبعی خست اور کمینگی کا اظہار فرمایا کہ دنیوی حقیر مال کے عوض اللہ تعالےٰ کو ناراض کیا اور اپنی عاقبت کو خراب کیا اور عہد و پیمان کے باوجود کتمان حق جیسے رذیل فعل سے گریز نہ کیا۔

الغرض اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جن میں اس امر کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کتب سابقہ میں ہے اور انبیاء علیہم السلام اپنی اُمتوں کو آپ کی آمد کی بشارات دیں اور جنہوں نے انکار کیا یا بغض و حسد کی وجہ سے اور یا دنیوی حقیر متاع فانی کے لالچ میں ورنہ آپ کو وُہ اس طرح بغیر کسی اشتباہ و التباس کے جانتے پہچانتے تھے جس طرح اپنے بیٹوں کو۔

اگر ان دعاوی کے رد و انکار کی یہود و نصاریٰ کے لئے کوئی گنجائش ہوتی تو بغیر ایک لمحہ کے توقف کے سبھی یہود و نصاریٰ نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس

www.OnlyOneOrThree.com

دوڑکر آتے اور آپ کے غلاموں کو بھی جمع کرتے اور یہ چیلنج دے دیتے کہ یہ ہے توراۃ انجیل دکھلاؤ کہاں تمہارا ذکر ہے اور تمہارے آنے کی بشارت یا تمہاری کوئی علامت اور نشانی موجود ہے۔ اگر دکھلادو تو ہم ابھی مسلمان ہوتے ہیں اور اگر کوئی بشارت اور علامت آپ کی ان کتابوں سے نہ مل سکے اور یقیناً نہیں مل سکے گی تو تم دعویٰ نبوت سے باز آؤ اور تمہارے حلقہ غلامی میں آنے والوں کو بھی توبہ کرنی اور تمہارا دامن چھوڑنا لازم ہو اس نئے دین ومذہب سے بے زاری کا اعلان لازم جب کہ وہ خود فن کتابت کے ماہر تھے اور تعلیم یافتہ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اُمّی اور آپ کی اُمت بھی اُمّی تھی۔

تو کتنا جلد فیصلہ ہو جاتا اور اہل اسلام کو لاجواب کرنے کا کتنا سنہری موقعہ ہاتھ آجاتا قریش مکہ ہر ظلم وستم اور جبر واستبداد کے باوجود اسلام کی روزافزوں ترقی کے آگے جو بند نہیں باندھ سکے تھے اور بالآخر جنگ وجدال اور حرب وقتال اور کشت وخون پر اتر آئے تھے۔ یہود ونصاریٰ صرف اس ایک اعلان کے خلاف واقع ہونے اور کذب وافتراء ہونے کو ثابت کر کے خود بھی محفوظ ومامون ہو سکتے تھے اور اپنے مذہب کا بھی تحفظ کر سکتے تھے اور اسلام کی نشوونما اور ترقی واشاعت کو بھی بالکل ختم کر سکتے تھے لیکن وہ قطعاً اس قسم کی جرأت نہ کر سکے اور پڑھے لکھے علماء وفضلاء اور توراۃ و انجیل کے مدرس ومفسر اس نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ کو جھٹلا نہ سکے اور جو سعادت مند تھے وہ اس چہرہ اقدس کو دیکھتے ہی پکار اُٹھے ماھذا بوجہ کذاب یہ چہرہ جھوٹا نہیں ہو سکتا اور آپ کے برحق نبی ہونے کی علانیہ شہادت دی جیسے حضرت عبداللہ بن سلام۔ حضرت کعب احبار اور دیگر حضرات اور اسی قسم کے خوش بخت لوگوں کی شہادت کو اللہ تعالےٰ نے اپنی شہادت کے ساتھ شامل کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت وحقانیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا :۔

قل کفی باللہ شھیداً بینی و بینکم و من عندہ علم الکتاب

میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ اور کتاب تورات کا علم رکھنے والوں کی شہادت کافی ہے۔

اور جو ازلی بدبخت اور محروم تھے وہ صرف کفار قریش کے ساتھ سازشوں اور حیلہ سازیوں کے ذریعے اسلام اور اہل اسلام کو نقصان پہنچانے کی سعی لاحاصل کرتے رہے جس کے نتیجہ میں خود نیست و نابود ہو گئے اور یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ نبی اُمی فداہ ابی و اُمّی صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم کا یہ دعویٰ برحق ہے اور آپ واقعی تورات وانجیل کی پیشگوئیوں کے مطابق صفحہ دہر پر قدم رنجہ فرما ہوئے اور تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کی نبوت ورسالت کی تصدیق اس طرح بھی فرمائی کہ وہ اپنے دور کے سچے رسول اور نبی تھے اور اس طرح بھی کی جو کچھ آپ کے متعلق انہوں نے بتلایا تھا اس کے عین مطابق آپ کا ظہور رہا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

آیئے اب تورات وانجیل اور صحف انبیاء علیہم السلام کی ورق گردانی کرتے ہیں اور اس محبوب کریم علیہ السلام کی عظمت شان پر مشتمل وہ آیات تلاش کرتے ہیں جن کا کلام مجید نے اجمالاً ذکر فرمایا ہے تا کہ ہمارا عقیدہ مزید پختہ ہو جائے۔ علم الیقین حق الیقین کے ساتھ بدل جائے اور مزید اطمینان قلب حاصل ہو جائے اور ہم سادہ لوح اہل کتاب کو گمراہی وضلالت سے بچانے اور انہی کی کتابوں سے راہ حق ان پر واضح کرنے کی کوشش کریں۔ ہو سکتا ہے کوئی محروم ہدایت ہماری اس ناتمام کوشش اور جدوجہد سے ہدایت کے بام رفیع تک پہنچ جائے اور ابدی سعادتوں سے بہرہ ور ہو جائے۔

﴿وماذالک علیٰ اللہ بعزیز علیہ توکلت والیہ انیب وصلی اللہ تعالےٰ علیٰ خیر خلقہ و مظہر لطفہ و آلہ وصحبہ اجمعین﴾

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ

اور انجیل مقدس

۱۔ یسوع نے جواب دیا جبکہ اللہ نے مٹی کا ایک ٹکڑا پیدا کیا اور اس کو پچیس ہزار سال بغیر اس کے ڈال رکھا کہ کچھ اور کرے، شیطان نے جو کہ کاہن اور فرشتوں کے سردار کی مانند تھا بوجہ اس بڑے ادراک کے جو اس کو حاصل تھا۔ معلوم کر لیا کہ بے شک اللہ اسی مٹی کے ٹکڑے سے ایک لاکھ اور چوبیس ہزار نبیوں کو بنائے گا جن کو نبوت کی عزت دی گئی ہوگی اور رسول اللہ کو بھی جس کی روح اللہ نے ہر ایک دیگر چیز سے ساٹھ ہزار سال قبل پیدا کی ہے اور اسی لیے شیطان غضبناک ہوا۔

ص ۵۳، ۵۴ فصل ۳۵

۲۔ پس جبکہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّد رَسُوْلُ اللّٰهِ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا میں تیرا شکر کرتا ہوں۔ اے میرے پروردگار اللہ کیونکہ تو نے مہربانی کی پس مجھ کو پیدا کیا لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کی تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معنی ہیں مُحَمَّد رَسُوْلُ اللّٰهِ تب اللہ نے جواب دیا مرحبا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا اور یہ شخص کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے۔ جو کہ اس وقت کے بہت سال بعد دنیا میں آئے گا اور وہ میرا ایسا رسول ہوگا کہ اس کے لئے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے وہ رسول کہ جب آئے گا دنیا کو ایک روشنی بخشے گا یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح ایک آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اس کے رکھی گئی تھی کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔

ص ۶۰ فصل ۳۹

۳۔ اس وقت یسوع نے کہا میں ایک آواز شور مچانے والی ہوں تمام یہودیہ میں جو کہ چیختی ہے کہ پروردگار کے رسول کا راستہ درست کرو۔ جیسے کہ اشعیاء میں لکھا ہوا ہے۔۔۔۔۔ انھوں نے کہا جبکہ تو مسیح ہے نہ ایلیاء نہ کوئی اور نبی تو پھر کیوں ایک نئی تعلیم کی بشارت دیتا ہے اور اپنے آپ کو مسیحا محمد رسول اللہ سے بہت بڑھ کر شاندار بتاتا ہے، یسوع نے جواب دیا تحقیق خدا کی نشانیاں جو اللہ میرے ہاتھ سے نمایاں کرتا ہے وہ ظاہر کرتی ہیں کہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا کا ارادہ ہوتا ہے اور میں اپنے آپ کو اس کا مانند شمار نہیں کرتا جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو کیونکہ میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں کہ اس رسول اللہ کے جوتے کے بند یا نعلین کے تسمے کھولوں جس کو تم مسیحا کہتے ہو وہ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا اور وہ بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہیں ہوگی۔

فصل ۴۲ ص ۶۶۔ آیت ۸ تا ۱۷

۴۔ پس آدم نے بمنت یہ کہا اے پروردگار یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخن پر عطا فرما۔ تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر دونوں انگوٹھوں پر عطا کی، داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا اور کہا مبارک ہے وہ دن جس میں کہ تو دنیا کی طرف آئے گا۔

فصل ۳۹ ص ۶۰۔ آیت ۱۴ تا ۲۸

تبصرہ:۔

انجیل برنباس کی چار عبارتیں آپ کے سامنے ہیں جن سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

www.OnlyOneOrThree.com

۱۔رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اور منیر ہونا۔

۲۔عیسیٰ علیہ السّلام بلکہ آدم علیہ السّلام بلکہ دنیا کی تمام چیزوں سے پہلے پیدا کیا جانا۔

۳۔آپ کے نام اقدس کا اللہ تعالیٰ کے نامی نامی اور اسم گرامی کے ساتھ آسمان اور عالم بالا میں نقش ہونا۔

۴۔انگوٹھے چومنے کا سنت آدم علیہ السّلام ہونا وغیرہ

امر اول کا ثبوت اس جملہ سے ہے کہ وہ رسول جبکہ دنیا میں آئے گا تو دنیا کو ایک روشنی بخشے گا اور ظاہر ہے جو خود نور نہ ہو وہ دوسروں کو نورانی کیسے بنا سکتا ہے اور یہی مضمون قرآن کریم کی ان دو آیات میں مذکور ہے۔ ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ" وَّ كِتَابٌ"، دَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا﴾ ،اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے لہذا انجیل، قرآن اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اور منیر ہونے کی شان واضح ہوگئی لہذا کسی مسلمان کے لئے اس میں تردد کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔

امر ثانی:۔

انجیل سے نقل کردہ تینوں عبارات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود عنصری اور جسمانی حالت میں مبعوث ہونے سے قبل روحانی اور نورانی حالت میں موجود ہونا بصراحت مذکور ہے۔تیسری عبارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے پہلے پیدا کیا جانا اور بعد میں مبعوث ہونا مذکور ہے اور پہلی دونوں عبارات میں دنیا کی ہر چیز سے ساٹھ ہزار سال پہلے پیدا کیا جانا واضح ہے اور یہ حقیقت مسلم ہے کہ ارواح اجسام سے پہلے پیدا کیے گئے تھے لہذا اگر روح محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام آدم علیہ السلام اور دنیا کی ہر چیز سے پہلے موجود ہو تو اس میں تعجب کی کونسی جگہ ہے

اور یہ مضمون بھی قرآن وحدیث کے ناقابل تشکیک دلائل سے مبرہن جیسے کہ ہم نے بھی مستقل رسالہ "تنویر الابصار" میں مفصل طور پر بیان کیا ہے۔

سوال:۔

یہاں سے تو صرف روح اقدس سے پہلے پیدا کئے جانے کا ثبوت ملا اور ارواح سب کے نورانی ہیں۔پھر آپ کی خصوصیت نورانیت کے لحاظ سے کیا ہوئی؟

جواب:۔

آپ کے روح اقدس کا سب اشیاء سے قبل پیدا کیا جانا بھی آپ کی خصوصیت ہے اور آپ کا نور ہونا بھی آپ کی خصوصیت ہے اول الذکر کا ثبوت تو عبارت سے واضح ہے اور ثانی کے اختصاص کی صورت یہ ہے کہ ارواح حقائق مختلفہ ہیں اور ان میں باہم تفاوت موجود ہے جب ملائکہ نوری ہونے کے باوجود مختلف ہیں جبریل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ مقربین کا نوری وجود عام ملائکہ سے علیحدہ ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روح اقدس اپنی نورانیت میں دوسروں سے ممتاز ہے۔مثلاً سورج بھی نور، چاند بھی نور، ستارے بھی نور لیکن سورج کے مقابل ان کی نورانیت نہ ہونے کے برابر ہے۔اسی طرح اس سراج منیر کی نورانیت اور ضیا پاشیوں کے مقابل دوسرے انوار وہ حیثیت بھی نہیں رکھتے جو چاند اور ستارے سورج کے مقابلہ میں رکھتے ہیں۔

علاوہ ازیں انجیل کی عبارت میں صرف روح کا تخلیق میں مقدم ہونا ہی مذکور نہیں ہے بلکہ اس کا آسمانی روشنی میں موجود ہونا بھی مذکور ہے۔جس سے صاف ظاہر ہے کہ روح اقدس بھی نور اور اس کا وہ لباس بھی نور جس میں اس کو رکھا گیا دیکھئے ملائکہ کی حقیقت اور روح نور ہے مگر جسم ان کے ہوائی ہیں اور باوجود اس کے ان کو نوری تسلیم کیا جاتا ہے۔تو سرور کونین صلی اللہ

www.OnlyOneOrThree.com

علیہ وسلم کے نور ہونے میں شک وتردد کیوں جن کی روح بھی نور اور وہ لباس بھی نور جس میں اس کو رکھا گیا۔

امر ثالث:۔

آدم علیہ السلام کا آسمان میں نورانی تحریر کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ لکھا ہوا دیکھنا اور جنت کے دروازے پر اسی طرح لکھا ہوا دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی واضح دلیل ہے کہ جہاں جہاں نقش الوہیت موجود ہے وہاں وہاں نقش رسالت بھی موجود ہے جس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ نہ الوہیت باری کے لئے کسی مکان کی تخصیص ہے اور نہ ہی رسالت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مکان کی پابند ہے بلکہ آسمان وزمین کی ہر شے کو الوہیت خداوند تعالیٰ کی طرح رسالت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم محیط ہے اور روز اول سے آپ کی رسالت کا اس طرح اعلان آپ کے دوام رسالت کی بھی دلیل ہے اور تیسری عبارت کا آخری جملہ اس دعویٰ کے لئے روشن دلیل ہے۔ یعنی اور وہ بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہیں ہوگی اور یہ جملہ بھی کہ میں تو ایک شور مچانے والی آواز ہوں۔ تمام یہودیہ میں جو کہ چیختی ہے کہ پروردگار کے رسول کا راستہ درست کرو گویا پہلے تمام نبی ان کے خلفاء اور نائبین کی حیثیت سے کام کرتے رہے اصل وہ دور بھی آپ کی ہی رسالت کا تھا جس طرح یہ زمانہ والحمد اللہ علیٰ ذالک

علاوہ ازیں رسل کرام اور انبیاء عظام علیہم السلام میں سے صرف اس ہستی مقدس کی رسالت کا منقوش ومکتوب ہونا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ اصلی رسالت آپ کی ہے اور باقی سب طفیلی ہیں اور آپ کی فرع

کلیمے کی چرغ فلک طور اوست   ہمہ نور ہا پرتو نور اوست

نوٹ:۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عموم از روئے زماں ومکاں اور کائنات علوی و سفلی میں آپ کے نام اقدس کا مذکور ومکتوب ہونا ہماری کتاب کوثر الخیرات میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے وہاں ملاحظہ فرماویں۔

انگوٹھے چومنے کا ثبوت

آدم علیہ السلام نے بمنت اللہ تعالیٰ سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی تحریر کو اپنے ہاتھ کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں منتقل کرایا اور پھر دونوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگایا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ انگوٹھے چومنا سنت آدم علیہ السلام ہے اور اس کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ انسانیت کی اور پہلے انسان نے ہی اس کار خیر کا آغاز فرمایا۔

اور یہی عمل ہماری شریعت میں حدیث شریف اور علمائے اعلام کے ارشادات سے ثابت ہے حضرت علامہ امام سید محمد امین آفندی المعروف بابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ ردالمختار میں فرماتے ہیں ﴿یستحب ان یقال عند سماع الاولی صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند الثانیہ منهاقرۃ عینی بک یا رسول اللہ﴾

﴿وفی الفتاوٰی صوفیه و کتاب الفردوس من قبل ظفری ابهامیه عند سماع اشهدان محمد رسول اللہ فی الآذان انا قائده و مد خله فی صفوف الجنته﴾

شامی ردالمختار جلد اول صفحہ ۲۹۲

ترجمہ:

جب پہلی مرتبہ اشهدان محمد رسول اللہ سنے تو صلی اللہ علیک یا

www.OnlyOneOrThree.com

رسول اللہ اور جب دوسری مرتبہ سنے تو قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے پھر یہ کہے اے اللہ مجھے فائدہ پہنچا میرے کانوں کے ذریعے اور آنکھوں کے ذریعے یہ اس وقت کہے جب دونوں انگوٹھوں کے ناخن دونوں آنکھوں پر رکھ چکا ہو اور مسند الفردوس میں حدیث ہے کہ نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی اشھد ان محمد رسول اللہ سننے کے وقت اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو بوسہ دے تو میں جنت کی صفوں میں اس کو داخل کروں گا اور اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں لے جاؤں گا اسی طرح کا مضمون طحطاوی علی المراقی الفلاح کے باب الآذان میں موجود ہے اور اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری نے بھی موضوعات کبری میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے انگوٹھے چومنا ثابت ہے تو یہ عمل کے لیے کافی اور وافی دلیل ہے کیونکہ آپ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ راشد ہیں اور سرکار علیہ الصلوۃ السلام کا ارشاد پاک ہے ﴿علیکم بسنتی و سنة خلفاء الراشدین المھدیین﴾ تم پر میری سنت پر عمل کرنا لازم ہے اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر۔ اسی طرح کی عبارت امام عبدالرحمن شمس الدین سخاوی علیہ الرحمۃ نے المقاصد الحسنۃ میں تحریر فرمائی ہے اور حضرت امام اسماعیل حقی بروسوی علیہ الرحمۃ نے تفسیر روح البیان میں اور اسی طرح تفسیر جلالین کے حاشیہ میں زیر آیت ﴿ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی ...... الخ﴾

مطبوعہ اصح المطابع کراچی

اور دیوبندیوں کے مائیہ ناز عالم عبدالشکور لکھنوی نے بھی اپنی کتاب علم الفقہ میں شامی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے یہی عبارت لکھی ہے

الغرض نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس پر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں سے ملنا بدعت نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام میں سے خلیفہ اول حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے اور اس

امت مرحومہ میں سے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی سنت ہے اور امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی سنت ہے اور آپ کی طرف سے اس پر عظیم شہادت بھی مروی ومنقول ہے۔

سوال:۔

آدم علیہ السلام نے تو ان مقدس نقوش اور کلمات طیبہ کو انگوٹھوں کے ناخنوں میں دیکھا تب بوسہ دیا اور ہمیں تو ایسا کوئی نقش نظر نہیں آتا ہے لہذا ہمارے انگوٹھے چومنے کا کیا جواز ہے؟

جواب:۔

انبیاء علیہم السلام اور مقدس ہستیوں کے افعال اور ان کی سنت کو دیکھا جاتا ہے علل و اسباب کو نہیں دیکھا جاتا۔ دیکھئے ابراہیم علیہ السلام نے تین جگہ شیطان کو کنکریاں ماریں کیونکہ وہ ان کو ورغلانے کا فاسد ارادہ رکھتا تھا اور ان کو اسمٰعیل علیہ السلام کے راہ خدا میں ذبح کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا تھا لہذا آپ نے اس کو نشانہ بنا کر وہ کنکریاں ماریں لیکن ہمیں وہاں نہ شیطان نظر آتا ہے نہ ہمیں کسی خاص فعل سے باز رکھنے کی اس جگہ میں سعی کر رہا ہوتا ہے لیکن کنکریاں بہرحال مارتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم عمرہ کے لئے تشریف لے گئے کفار و مشرکین نے طعنہ دیا کہ ان کو یثرب کے تپ نے کمزور اور لاغر کر رکھا ہے انھوں نے کیا طواف کرنا ہے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صحابہ کعبہ کے گرد پہلے تین چکر دوڑ کر اور پھر چار چکر پہلوانوں کی طرح ٹہل کر لگاؤ تاکہ مشرکین کو تمھاری قوت و طاقت کا اندازہ ہو جائے اور تم پر کیے گئے اعتراض کا خود بخود جواب آجائے۔ لیکن اب تک وہ سنت باقی ہے حالانکہ ان کافروں کا مدت مدید اور عرصہ بعید سے نام و نشان مٹ چکا۔ علی ہذالقیاس حضرت ہاجرہ کا صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی

www.OnlyOneOrThree.com

تلاش کرنے کی خاطر تھا۔ مگراب نہ کسی کا بچہ پیاسا نہ دوڑ بھاگ کر پانی تلاش کرنے کی ضرورت مگر حکم اسی طرح باقی ہے تو معلوم ہوا مقدسان بارگاہ خداوند تعالےٰ کے افعال وسنن کو دیکھا جاتا ہے نہ کہ ان کے علل واسباب کو علی الخصوص جبکہ ہماری شریعت میں بھی یہ حکم موجود ہے۔ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

امر رابع :۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا جبکہ وہ محبت پدری کے ساتھ انگوٹھوں کے ناخن چوم رہے تھے اور آنکھوں سے مل رہے تھے۔ "مبارک ہے وہ دن جس میں تو دنیا کی طرف آئے گا"۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن آپ کی نگاہ میں بہت بابرکت اور یادگار دن تھا اور یہ کہ آپ کے قدوم میمنت لزوم نے دنوں اور مہ وسال کو بابرکت کیا نہ کہ آپ نے ان سے برکت حاصل کی اور یہی عقیدہ اہل اسلام کا اب بھی ہے اور کلام مجید نے واضح کر دیا کہ ہر وہ شے جس کو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہوگئی عزت پاگئی ، زندگانی پاک کی عظمت ارشاد خداوندی لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَکْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْن ،، سے ظاہر ہے یعنی مجھے آپ کی زندگی کی قسم آپ کے مخالفین اپنی مدہوشی اور بے ہوشی میں بھٹکے پھرتے ہیں۔ زمانہ اقدس کی عظمت وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ،، سے ظاہر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے آپ کی زندگی کی قسم بے شک ہر انسان خسارے میں ہے اور مکان کی عظمت ورفعت اس ارشاد خداوند تعالیٰ سے ظاہر ہے۔ لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ " بِهٰذَا الْبَلَدِ ،، میں اس شہر مکہ کی قسم اٹھاتا جبکہ آپ اس میں نزول فرما ہوں اور قدم رنجا فرما۔ الغرض قرآن مجید نے انجیل کے اس فرمان کی تصدیق کر دی اور انجیل نے قرآن مجید میں مذکور مضامین کی تائید کر دی جس سے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کا مُصَدِّق " لِمَا مَعَکُمْ ہونا واضح ہے۔

والحمد لله علی ذالک.

وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ

اور انجیل مقدس

۱۔ پس جب کہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔۔۔ الخ

فصل ۳۹ ص ۶۰

۲۔ پھر اللہ پوشیدہ ہو گیا اور فرشتہ میخائیل نے ان دونوں آدم وحوا کو جنت سے نکال دیا پس جبکہ آدم نے مڑ کر نگاہ کی اس نے فردوس کے دروازہ کی پیشانی پر لکھا دیکھا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تب وہ اس وقت رویا اور کہا اے بیٹے کاش اللہ یہ ارادہ کرے کہ تو جلد آئے اور ہم کو اس کم بختی اور مصیبت سے چھڑائے۔

فصل ۴۱ ص ۶۴ ۔ آیت ۲۹ تا ۳۱

تبصرہ :۔

ان دونوں عبارتوں میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت ذکر اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر خصوصی کرم ظاہر وواضح ہے اور ساتھ ہی ساتھ آدم علیہ السلام کا یہ عقیدہ بھی عیاں ہے کہ آپ اپنے لختِ جگر کو اپنا وسیلہ اور سہارا سمجھتے تھے اس لئے یہ آرزو کی کہ اللہ تعالیٰ جلد آپ کو مبعوث فرمائے اور تم آکر ہمیں اس کم بختی اور مصیبت سے چھڑاؤ اور یہی حقیقت قرآن مجید نے بھی بیان فرمائی ہے قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ کَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے چند کلمات سیکھ لئے اور ان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی جیسے کہ تفسیر درمنثور میں امام سیوطی نے اور مدارج النبوت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی

www.OnlyOneOrThree.com

نے اور دیگر اکابر نے ذکر کیا کہ وہ کلمات یہ تھے **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ** اور دوسری قرأت کے مطابق کلمات فاعل ہے اور آدم مفعول اور معنی یہ ہے جیسے کہ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں ذکر فرمایا کہ کلمات یعنی جامع کمالات انبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدم علیہ السلام کی امداد واعانت رب تعالیٰ کے اذن سے فرمائی اور حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ ہیں تو آپ کلمات ہیں کیونکہ جامع جمیع کمالات انبیاء ہیں۔

گویا انجیل نے آرزوئے آدم علیہ السلام کا ذکر کیا تو کلام مجید نے اس آرزو کی تکمیل کا اور اس تمنا کے برآنے کا لہذا دونوں میں موافقت ومطابقت ثابت ہوگئی اور ایک دوسرے کی تائید وتصدیق۔ **والحمد للہ علیٰ ذالک.**

شان لولاک اور
انجیل مقدس

۱۔ اور وہ محمد رسول اللہ میرا ایسا رسول ہوگا کہ اس کے لئے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے وہ رسول کہ جب آئے گا تو سب دنیا کو روشنی بخشے گا۔

فصل ۴۱ص ۶۰

۲۔ اور یوں جب اس اللہ نے عمل کا ارادہ کیا سب چیز سے پہلے اپنے رسول کی روح پیدا کی وہ رسول جس کے سبب سے تمام چیزوں کے پیدا کرنے کا قصد کیا۔

فصل ۴۳ص ۶۸۔ آیت ۹، ۱۰

۳۔ اور رسول اللہ ان تمام نبیوں کو جمع کرنے جائے گا جن سے کہ وہ یہ خواہش کرے گا کہ وہ اس کے ساتھ چلیں تا کہ اللہ کی جناب میں مومنوں کے لئے منت کریں پس ہر ایک خوف کی وجہ سے عذر کرے گا اور قسم ہے اللہ کی زندگانی کی کہ بے شک میں بھی وہاں نہ جاؤں گا کیونکہ میں

جانتا ہوں جو کچھ کہ جانتا ہوں اور جس وقت کہ اللہ اس بات کو دیکھے گا وہ اپنے رسول کو یاد دلادے گا کہ کیونکہ اس نے سب چیزوں کو اس کی محبت کے لیے پیدا کیا ہے تب اس رسول کا خوف جاتا رہے گا اور وہ محبت اور ادب کے ساتھ عرش کی طرف بڑھے گا اور فرشتے گاتے ہوں گے برکت والا ہے تیرا قدوس نام اللہ ہمارے معبود اور جبکہ وہ عرش کے نزدیک آپہنچے گا اللہ اپنے رسول کے لئے یوں پردہ کھول دے گا کہ ہر ایک دوست اپنے دوست کے لئے ملاقات پر لمبی مدت گزرنے کے بعد دروازہ کھول دیتا ہے۔

اور رسول اللہ پہلے بات چیت کی ابتداء کر کے کہے گا میں تیری عبادت اور تجھ سے محبت کرتا ہوں اے میرے معبود اور اپنے تمام دل اور جان سے تیرا شکر کرتا ہوں کیونکہ تو نے ارادہ کیا پس مجھ کو پیدا کیا تا کہ میں تیرا بندہ بنوں اور تو نے ہر چیز کو میری محبت کے سبب پیدا کیا تا کہ میں ہر چیز کی وجہ سے اور ہر چیز کے اندر اور ہر چیز سے بڑھ کر تجھ سے محبت کروں۔۔۔۔۔۔الخ

اور اللہ اپنے رسول سے یہ کہہ کر کلام کرے گا کہ خوب آیا تو اے میرے امانتدار بندے پس تو مانگ تجھ کو ہر چیز ملے گی تب رسول اللہ جواب دے گا اے رب تو یاد کر کہ تو نے جب مجھ کو پیدا کیا اس وقت کہا تھا کہ بے شک تو نے ارادہ کیا ہے کہ دنیا اور جنت اور فرشتوں اور آدمیوں کو میری محبت میں پیدا کیا ہے تا کہ وہ میرے ساتھ تیری بزرگی کریں میں جو کہ تیرا بندہ ہوں اسی لئے تیری جناب میں منت کرتا ہوں اے پروردگار محبوب رحیم اور عادل کہ تو اپنا وعدہ اپنے بندے کے ساتھ یاد کر۔۔۔۔۔۔تب اللہ ایک ایسے دوست کی مانند جو اپنے دوست سے ہنسی کرتا ہے جواب دے گا اور کہے گا کہ کیا تیرے پاس اس بات پر کچھ گواہ بھی ہیں۔ اے میرے دوست محمد؟ پس رہ ادب کے ساتھ کہے گا بے شک اے رب۔۔۔۔۔۔تا۔۔۔۔۔۔تب رسول جواب دے گا وہ یہ ہیں آدم، ابراہیم، اسماعیل، موسیٰ، داؤد اور یسوع مریم کا بیٹا علیہم السلام پھر اب کہ وہ حاضر ہو جائیں گے اللہ ان سے کہے گا کیا تم اس بات کو یاد رکھتے ہو جسے میرے رسول

www.OnlyOneOrThree.com

نے ثابت کیا ہے پس وہ جواب دیں گے۔اے پروردگار کیا چیز ہے؟ تب اللہ کہے گا یہ کہ میں نے سب چیزیں اس کی محبت میں پیدا کی ہیں تا کہ تمام مخلوقات اس کے ساتھ میری حمد کرے۔اس وقت ہر ایک ان میں جواب دے گا۔اے رب ہمارے پاس تین گواہ ہم سے بڑھ کر معتبر ہیں۔پس اللہ جواب دے گا وہ تینوں گواہ کون کون ہیں تب موسیٰ علیہ السلام کہے گا پہلا گواہ وہ کتاب ہے جو تو نے مجھے عطا کی ہے اور داؤد کہے گا کہ دوسرا گواہ وہ کتاب ہے جو تو نے مجھے دی ہے اور یہ شخص جو تم سے باتیں کر رہا ہے کہے گا۔۔۔۔۔تا۔۔۔۔۔وہ کتاب جو کہ تو نے مجھے دی ہے اس بات کا اقرار کرتی ہے۔جس کو کہ تیرے رسول نے ثابت کیا ہے تب اس وقت رسول اللہ گفتگو کریگا اور کہے گا یوں ہی وہ کتاب کہتی ہے جو کہ اے رب تو نے مجھے عطا کی ہے پس جس وقت کہ رسول اللہ یہ کہے گا اللہ اس سے یہ کہہ کہ کلام کرے گا کہ تحقیق جو کچھ میں نے اس وقت کیا ہے محض اس لئے کیا ہے کہ ہر ایک کو میرا تجھ سے محبت کرنے کا درجہ معلوم ہو جائے اور یوں کہنے کے بعد اللہ اپنے رسول کو ایک لکھا ہوا نوشتہ دے گا جس کے اندر کل اللہ کے برگزیدہ بندوں کے نام ہوں گے اسی لئے کل مخلوق اللہ کی یہ کہتے ہوئے سجدہ کرے گی کہ اکیلے تیرے ہی لئے ہے اے ہمارے اللہ بزرگی اور احسان کیونکہ تو نے ہی ہم کو اپنے رسول کو بخشا ہے۔

فصل ۵۵ ص ۸۶۔۸۷ آیت ۱ تا ۳۹

۴۔ عورت نے کہا شاید تو ہی نبی پیغمبر آخر الزماں ہے اے سید، یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاص کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد جلد ہی مسیحا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا تمام دنیا کے لئے آئے گا وہ مسیحا کہ اللہ نے اسی کی وجہ سے دنیا کو پیدا کیا ہے اور اس وقت تمام دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا جائے گا اور رحمت حاصل کی جائے گی۔

فصل ۸۲ ص ۱۲۴۔ آیت ۱۶، ۱۷

۵۔ کاہن نے جواب میں کہا موسیٰ کی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارا اللہ عنقریب

ہمارے لئے مسیحا کو بھیجے گا جو کہ ہمیں اللہ کے ارادے کی خبر دینے آئے گا اور دنیا کے لئے اللہ کی رحمت لائے گا۔اسی لئے ہم تجھ سے امید کرتے ہیں کہ تو ہمیں سچ بتا کہ آیا تو ہی وہ اللہ کا مسیحا ہے جس کے ہم منتظر ہیں یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ اللہ نے ایسا ہی وعدہ کیا ہے مگر میں وہ نہیں ہوں اس لئے کہ وہ مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور میرے بعد آئے گا۔۔۔۔۔۔تا۔۔۔۔۔۔۔اس اللہ کی جان کی قسم ہے جس کے حضور میں میری جان ایستادہ ہو گی کہ درحقیقت میں وہ مسیحا نہیں ہوں جس کا کہ تمام زمین کے قبیلے انتظار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یہ کہہ کہ وعدہ کیا ہے کہ میں تیری ہی نسل سے زمین کے کل قبائل کو برکت دوں گا مگر جب اللہ مجھ کو دنیا سے اٹھالے گا تب شیطان دوسری دفعہ اس ملعون فتنے کو پھر یوں اٹھائے گا کہ غیر متقی کو یہ اعتقاد کرنے پر آمادہ بنائے گا کہ میں اللہ ہوں یا اللہ کا بیٹا پس اس کے سبب سے میرا کلام اور میری تعلیم نجس ہو جائے گی یہاں تک کہ قریب قریب تیس مومن بھی باقی نہ رہیں گے اس وقت اللہ دنیا پر رحم کریگا اور اپنے اس رسول کو بھیجے گا کہ اسی کے لئے سب چیزیں پیدا کی ہیں وہ نبی کہ جنوب سے قوت کے ساتھ آئے گا بتوں اور بتوں کی پوجا کرنے والوں کو ہلاک کرے گا اور شیطان سے اس کی وہ حکومت چھین لے گا جو اسے انسانوں پر حاصل ہے۔

فصل ۹۶ ص ۱۴۴۔ آیت ۳ تا ۱۳

۶۔ تب اس وقت کاہن نے کہا مسیحا کا نام کیا رکھا جائے گا؟ اور وہ کیا نشانی ہے جو اس کے آنے کا اعلان کرے گی یسوع نے جواب دیا مسیحا کا نام عجیب ہے اس لئے کہ اللہ نے جس وقت اس کی ذات کو پیدا کیا اور اسے آسمانی روشنی میں رکھا خود ہی اس کا نام بھی رکھا اللہ نے کہا اے محمد تو صبر کر اس لئے میں تیرے لئے ہی جنت اور دنیا اور مخلوقات کی بڑی بھاری بھیڑ جس کو کہ تجھے بخشوں گا پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں یہاں تک کہ جو تجھے برکت دے گا وہ مبارک ہو گا اور جو تجھ پر لعنت کرے گا وہ ملعون ہو گا اور جس وقت میں تجھ کو دنیا میں بھیجوں گا تجھے نجات کے لئے اپنا

www.OnlyOneOrThree.com

رسول بناؤں گا اور تیرا کلام سچا ہوگا یہاں تک کہ آسمان اور زمین دونوں کمزور ہو جائیں گے مگر تیرا ایمان کبھی کمزور نہ ہوگا تحقیق اس کا مبارک نام محمد ہے۔اس وقت عام لوگوں نے یہ کہتے ہوئے شور مچایا اے اللہ تو ہمارے لئے اپنے رسول کو بھیج اے محمد تو جلد دنیا کو نجات دینے کے لئے آ۔

فصل ۹۷ص ۱۴۶۔آیت ۱۴ تا ۱۹

۷۔ پس تو ہی اے پروردگار ہم کو شیطان اور بدن اور دنیا سے نجات دلا جس طرح کہ تو نے اپنے مصطفیٰ کو نجات دی اپنی ذات پاک کی خاطر سے اور اپنے رسول کا اکرام کرنے کے لئے وہ رسول کہ اسی کے لئے تو نے ہم کو پیدا کیا ہے اور اپنے کل قدوسیوں اور نبیوں کے اکرام کے لئے۔

فصل ۱۲۲ص ۱۸۱۔آیت ۲۵ تا ۲۶

۸۔ اے وہ پروردگار معبود جو کہ اپنی عنایت سے تمام ضروریات اپنی قوم اسرائیل کے پورے کرتا ہے تو ان سب زمین کے قبائل کو یاد کر جن سے تو نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ان کو اپنے اس رسول کے ذریعے برکت دے گا جس کے سبب سے تو نے دنیا کو پیدا کیا ہے۔دنیا پر رحم کر اور اپنے رسول کے بھیجنے میں جلدی کرتا کہ وہ رسول تیرے دشمن شیطان سے اس کی مملکت کو چھین لے۔

انجیل برناباس ص ۲۹۴فصل ۲۱۲۔آیت ۱۷،۱۸

تبصرہ

ان آٹھ عبارات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول معظم نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر تمام دنیا اور ہر مخلوق کو پیدا کیا ہے اور مقصود و مطلوب اللہ تعالےٰ کا آپ کی ذات گرامی ہے۔اور تمام دنیا انبیاء و رسل اور ملائکہ وغیرہ کو آپ کے طفیل وجود و ہستی اور انعامات و کرامات سے نوازا ہے اور یہی مضمون قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہے، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،، اِنَّمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا وَ اَھْلَھَا لِاُعَرِّفَھُمْ مَنْزِلَتَکَ وَ کَرَامَتَکَ عِنْدِیْ ،، (شفا شریف، خصائص کبریٰ) میں نے دنیا اور اہل دنیا کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ ان کو آپ کی عزت و کرامت اور منزلت و مرتبت دکھلاؤں اور آدم علیہ السلام کو فرمایا ،، لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُکَ ،، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں تمھیں پیدا نہ کرتا اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا،، فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ وَلَا الْجَنَّۃَ وَلَا النَّارَ ،، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ ہی جنت و دوزخ کو، (خصائص کبریٰ جلد اول ص ۷۰۶)

اور اسی طرح کلام مجید کے اس ارشاد سے بھی آپ کا مقصد تخلیق کائنات ہونا واضح ہے،، وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ،، کیونکہ خلافت آدم کا ذکر کرتے وقت ربوبیت کی نسبت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کہنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس سلسلہ خلافت سے مقصد صرف آپ کی تربیت ہے اور آپ کی شان محبوبیت کا اظہار، اور اسی

www.OnlyOneOrThree.com

طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی بھی اس دعویٰ کی بین دلیل ہے ,, وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ،، کیونکہ آپ کی بعثت پر ہر نبی ورسول کا اپنے دعویٰ نبوت ورسالت سے دستبردار ہونا اور آپ پر ایمان لانے کا اور دین اسلام کی تائید ونصرت کا پابند ہونا، آپ کے سلسلۂ انبیاء ورسل میں سے مقصد اولین ہونے کی روشن دلیل ہے اور یہ طبقہ تمام مخلوق سے افضل واعلیٰ ہے اور سب کا متبوع ومطاع اور آقا وسردار ہے تو پھر آپ کا ساری کائنات میں سے مقصودِ خداوندا ور مطلوب ومحبوب ہونا بدیہی طور پر ثابت ہوگیا اور اس طرح انجیل وقرآن اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باہم تطابق واضح ہوگیا۔ والحمد للہ علی ذالک

۲ ـــــ تیسری عبارت سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان شفاعت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس کا قرب اور سب انبیاء ورسل اور امم وخلائق کا آپ کی طرف محتاج ہونا اور آپ کا سب کو اپنی شان رحیمی سے اور کرم عمیم سے نوازنا صاف عیاں ہے اور قرآن کریم کے اس اعلان کی واضح تائید وتصدیق ہے ,, عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ،، عنقریب تمہیں تمہارا رب مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور وہ یہی منصب شفاعت عظمیٰ ہے۔

۳ ـــــ پانچویں عبارت میں پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا جنوب کی طرف سے آنا اور اصنام واصنام پرستوں کو ہلاک کرنا اور عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح منصب یعنی عبد اللہ ورسولہ کا تعین فرمانا اور افراط وتفریط کو ختم کرنا ذکر کیا گیا ہے اور یہ علامات صرف اور صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

www.Only1or3.com

میں پائی گئی ہیں نہ کہ عیسٰی علیہ السلام کے رسل میں جنھوں نے الٹا اس غلط فہمی میں عام لوگوں کو مبتلا کر کے تعلیمات عیسٰی علیہ السلام کو مسخ کر دیا اور ان کی ساری زندگی صرف تبلیغی دورے کرتے گذری، کبھی جنگ اور حرب وقتال کا انھوں نے نام ہی نہ لیا جبکہ نبی امّی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کر کے مشرکین اور ان کے معبودات باطلہ کا صفایا کر دیا۔ لہٰذا صفات کے اعتبار سے بھی اور نام اقدس کی تصریح کے لحاظ سے بھی اس پیشینگوئی کا مصداق صرف اور صرف رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ والحمد للہ علی ذالک

www.Only1or3.com

مقدس محمد رسول اللہ کی آمد

اور برأت مسیح

۱ —— اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس سکوں کے ٹکڑوں کے بالعوض مجھے بیچ ڈالے گا اور اس بنا پر مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جائے گا اس لیے کہ اللہ مجھ کو زمین سے اوپر اٹھالے گا اور بے وفا کی صورت بدل دے گا یہاں تک کہ اس کو ہر ایک یہی خیال کرے گا کہ میں ہوں مگر جب مقدس محمد رسول اللہ آئے گا وہ اس بدنامی کے دھبے کو مجھ سے دور کر دے گا اور اللہ یہ اس لیے کرے گا کہ میں نے مسیّا کی حقیقت کا اقرار کیا ہے وہ مسیّا جو مجھے یہ نیک بدلہ دے گا یعنی کہ میں پہچانا جاؤں گا کہ زندہ ہوں اور یہ کہ میں ایسی موت مرنے کے دھبے سے بری ہوں۔

فصل ۱۱۲ ص ۱۶۷

۲ —— پس جبکہ آدمیوں نے مجھ کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہا تھا مگر یہ کہ میں خود دنیا میں بے گناہ تھا اس لیے اللہ نے ارادہ کیا کہ اس دنیا میں آدمی یہودا کی موت سے مجھ سے ٹھٹھا کریں یہ خیال کر کے کہ وہ میں ہی ہوں جو کہ صلیب پر مرا ہوں تاکہ قیامت کے دن شیطان مجھ سے ٹھٹھا نہ کریں اور یہ بدنامی اس وقت تک باقی رہے گی جب کہ وہ محمد رسول اللہ آئے گا

اور اس فریب کو ان لوگوں پر کھول دے گا جو کہ اللہ کی شریعت پر ایمان لائیں گے۔

فصل ۲۲۰ ص ۳۰۶

تذلیل

اور اس (مسیح علیہ السلام) نے ان لوگوں میں سے بہتوں کو ملامت کی جنھوں نے اعتقاد کیا تھا کہ وہ (یسوع) مر کر پھر جی اٹھا ہے یہ کہتے ہوئے آیا تم مجھ کو اور اللہ دونوں کو جھوٹا سمجھتے ہو اس لیے کہ اللہ نے مجھے ہبہ فرمایا ہے۔ کہ میں دنیا کے خاتمہ کے کچھ پہلے تک زندہ رہوں جیسا کہ میں نے ہی تم سے کہا ہے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں نہیں مرا ہوں بلکہ یہودا خائن مرا ہے۔ تم ڈرتے رہو اس لیے کہ شیطان اپنی طاقت بھر تم کو دھوکہ دینے کا ارادہ کرے گا لیکن تم تمام اسرائیل اور ساری دنیا میں ان چیزوں کے لیے جن کو تم نے دیکھا اور سنا ہے میرے گواہ رہو ... (تا) .... پھر اس کو چاروں فرشتے ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آسمان کی طرف اٹھا لے گئے، یسوع نے جواب دیا ہر وہ چیز جو کہ موسیٰ کی کتاب پر منطبق ہوتی ہے وہ حق پس تم اس کو قبول کر لو اس لیے کہ جب اللہ ایک ہے حق بھی ایک ہو گا پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تعلیم ایک ہی ہے اور یہ کہ تعلیم کے معنی ایک ہی ہیں تو ایمان بھی اس حالت میں ایک ہی ہے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بے شک اگر موسیٰ کی کتاب سے حق محو نہ کیا گیا ہوتا تو اللہ ہمارے باپ داؤد کو دوسری کتاب کبھی نہ دیتا اور اگر داؤد کی کتاب بگاڑ نہ دی گئی ہوتی تو اللہ اپنی انجیل میرے حوالے نہ کرتا اس لیے کہ پروردگار ہمارا معبود غیر متغیر ہے اور البتہ اس نے ایک ہی بیان تمام انسانوں کے لیے کہا ہے پس جبکہ رسول اللہ آئے گا وہ اس لیے

آئے گا کہ ہر اس چیز کو جسے میری کتاب میں سے بدکاروں نے خراب کر دیا ہے اسے پاک کرے۔

فصل ۱۲۴ ص ۱۸۳

۳ــــــ تب اس وقت یسوع نے کہا تحقیق تمہارا کلام مجھ کو کچھ تسلی نہیں دیتا اس لیے کہ ایک ایسا اندھیرا آنے والا ہے جس میں کہ تم روشنی کی امید ہی کیا کروگے مگر میری تسلی اس رسول کے آنے میں ہے جو کہ میرے بارہ میں ہر جھوٹے خیال کو محو کر دے گا اور اس کا دین پھیلے گا اور تمام دنیا میں عام ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یوں ہی وعدہ کیا ہے اور جو چیز مجھ کو تسلی دیتی ہے وہ یہ ہے کہ اس رسول کے دین کی کوئی حد نہیں اس لیے کہ اللہ اس کو درست اور محفوظ رکھے گا کاہن نے جواب میں کہا کیا رسول اللہ کے آنے کے بعد اور رسول بھی آئیں گے یسوع نے جواب دیا اس کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے مگر جھوٹے نبیوں کی ایک بڑی بھاری تعداد آئے گی اور یہی بات ہے جو کہ مجھے رنج دیتی ہے اس لیے کہ شیطان ان کو عادل اللہ کے حکم سے بھڑکائے گا پس وہ میری انجیل کے دعویٰ کے پردے میں چھپیں گے۔

فصل ۹۷ ص ۱۴۵

۴ــــــ مگر جب اللہ مجھ کو دنیا سے اٹھالے گا تب شیطان دوسری دفعہ اس ملعون فتنے کو پھر یوں اٹھائے گا کہ غیر متقی کو یہ اعتقاد کرنے پر آمادہ بنائے گا کہ میں یسوع اللہ ہوں یا اللہ کا بیٹا اس کے سبب سے میرا کلام اور میری تعلیم نجس ہو جائے گی یہاں تک کہ قریب قریب میں مومن بھی باقی نہ رہیں گے اس وقت اللہ دنیا پر رحم کرے گا اور اپنے اس رسول کو بھیجے گا کہ اسی کے لیے سب چیزیں پیدا کی ہیں وہ نبی کہ جنوب سے قوت کے ساتھ آئے گا اور بتوں اور بتوں کی پوجا کرتے والوں کو ہلاک کرے گا اور شیطان سے اس کی حکومت چھین لے گا

جو اسے انسانوں پر حاصل ہے اور وہ ان لوگوں کی نجات کے لیے جو اس پر ایمان لائیں گے اللہ کی رحمت لائے گا اور جو اس کے کلام پر ایمان لائے گا وہ مبارک ہوگا۔

فصل ۹۶ ص ۱۴۴

تبصرہ

۱ــــــ برنباس کی ان عبارات سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا واضح ثبوت موجود ہے اور انھیں کا رسول منتظر ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو رہا ہے۔

انجیل وقرآن کی موافقت

۲ــــــ عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور ان کے نام پر یہودا اسکریوطی کا مصلوب ہونا اور اس کی حکمت بھی صراحتہً مذکور ہے اور یہی مضمون قرآن مجید وفرقان حمید نے بھی بیان فرمایا۔ "وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ ... وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ" لہذا انجیل وفرقان کی اس مطابقت وموافقت نے مرزائی دعویٰ کا بطلان واضح کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہو چکا ہے بلکہ آپ نے خود ہی اعلان فرما دیا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے قرب قیامت تک زندہ رہنے کی اجازت اور مہلت عطا فرمائی ہے اور یہی مضمون احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے کہ قیامت کے قریب آپ زمین پر تشریف لائیں گے اور حضرت مہدی کی معاونت فرمائیں گے دجال کو قتل کریں گے اور بالآخر فوت ہو کر روضہ اقدس میں مدفون ہوں گے اور خود آپ نے ہی اعتراف کیا کہ

www.OnlyOneOrThree.com

میرے مقتول و مصلوب ہونے کی بدنامی اور داغ صرف محمد رسول اللہ ہی دور فرمائیں گے۔ اور آپ نے یہود و نصاریٰ کے اوہام و ظنون کے برعکس آپ کی حیات کا واضح اعلان فرمایا اور زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کا پرچار کیا۔

۳۔ مرزا قادیانی کا کذب و افتراء

عیسیٰ علیہ السلام کے اس اعلان سے کہ محمد رسول اللہ کے بعد سچا نبی کوئی نہیں ہوگا اور جھوٹے نبیوں کی بھاری تعداد ظاہر ہوگی اور اس جماعت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو میری انجیل کے دعویٰ کے پردے میں چھپیں گے۔ اس عبارت سے مرزا غلام احمد قادیانی کا کذب و افتراء اور جھوٹ و فریب پوری طرح ظاہر ہے اس نے بھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور بنی اسرائیل کے ساتھ نسلی ربط و تعلق کا دعویٰ کر کے اس پردے میں چھپنا چاہا۔ مگر انجیل برنباس اور عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی قلعی کھول دی اور خود رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اعلان فرما دیا کہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد تیس کے قریب دجال وکذاب ظاہر ہوں گے جو کہ نبوت کا دعویٰ کریں گے اور آخری مسیح دجال ہو گا جو الوہیت کا دعویٰ کرے گا۔ اس طرح احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور انجیل میں مکمل اتفاق و اتحاد واضح ہو گیا۔

۴۔ وہ نبی جنوب سے پوری قوت کے ساتھ آئے گا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح فرمانے کے علاوہ آپ کے دیگر امتیازی علامات بھی بیان فرمائے مثلاً جنوب سے پوری قوت کے ساتھ ظاہر ہونا اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے

کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بیت المقدس کے جنوب میں واقع ہے اور آپ نے افواج و عساکر کے ساتھ ظہور فرمایا اور آپ کے غلاموں کی ان افواج نے تمام فلسطین اور شام و عراق کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور خداوند کی بادشاہی قائم کی۔

اور اس حقیقت کا اظہار حزقیل باب ۲۱، ۱تا۴ میں اس طرح کیا گیا ہے "پھر خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد یروشلم کا رخ کر اور مقدس مکانوں سے مخاطب ہو کر ملک اسرائیل کے خلاف نبوت کر، اور اس سے کہہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں تیرا مخالف ہوں اور اپنی تلوار میان سے نکال لوں گا اور تیرے صادقوں اور تیرے شریروں کو تیرے درمیان سے کاٹ ڈالوں گا۔ پس چونکہ میں تیرے درمیان سے صادقوں اور شریروں کو کاٹ ڈالوں گا۔ اس لیے میری تلوار اپنے میان سے نکل کر جنوب سے شمال تک تمام شہر پر چلے گی اور سب جانیں گے کہ میں نے اپنی تلوار میان سے کھینچی ہے وہ پھر اس میں نہ جائے گی۔

ملک اسرائیل کے خلاف خداوند تعالیٰ کا یہ اعلان اور جنوب سے شمال تک تمام شہر پر چلنے کی تصریح اس امر کی غماز ہے کہ اس جنگ و جدال اور حرب و قتال کا مرکز ملک اسرائیل سے باہر اور اس کے جنوب میں ہوگا اور وہاں سے شمال تک وہ تلوار چلتی جائے گی اور تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ وہ تلوار جنوب سے نکلی اور ملک اسرائیل کو اپنی گرفت میں لے کر ہی رہی اور اوثان و اصنام اور ان کے پجاریوں کا خاتمہ کیا اور شیطان کی حکومت اور اس کا تسلط ختم کر دیا۔ ہذا والحمد للہ علی ذالک

۵ ——— یہ حقیقت بھی ان عبارات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس وقت حق تلاش کرنا ہو تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب میں ہی مل سکتا ہے کیونکہ بقول یسوع علیہ السلام تورات میں گڑبڑ کی گئی تو زبور

www.OnlyOneOrThree.com

اتری، اس میں تغیر و تبدل ہوا تو انجیل اتاری گئی اور اس میں تحریف و تغیر کر دی گئی تو قرآن کا نزول ہوا۔ لہٰذا اب حق کی طرف راہنمائی صرف اسی سے حاصل ہو سکتی ہے نہ کہ کسی دوسری آسمانی کتاب سے اور نبیوں میں سے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ کی تسلی و اطمینان کا سبب آپ کی تشریف آوری ہے تو پھر امت کے لیے کیونکہ آپ کا ظہور موجب طمانیت و سکون نہیں ہوگا لہٰذا جو عیسیٰ بن مریم کے لیے قرارِ جان اور سکونِ روح ہے وہی ہمارے لیے بھی سامانِ تسکین اور باعثِ اطمینان ہے۔

رسولِ معظمؐ کو چاند کی لوریاں دینا
اور
چاند کو ان کا مٹھیوں میں لینا

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق چاند اس کو اس کے بچپن میں سلانے کے لیے لوریاں دے گا اور جب وہ رسول بڑا ہوگا تو اس چاند کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے پکڑے گا۔ (انجیل برنباس فصل ۲، ص ۱۱۰)

تبصرہ

اس عبارت میں رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کمالات کی طرف اشارہ ہے ایک بچپن سے متعلق ہے کہ جب آپ مہد میں تھے تو چاند آپ کے ہاتھوں کے اشاروں پر رقص کرتا تھا اور جدھر آپ کے ہاتھ مائل ہوتے تھے چاند بھی ادھر ہی جھک جاتا تھا اور چاند آپ کا دل بہلانے کے لیے آپ کے ساتھ گفتگو بھی کرتا تھا جیسے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب سے مروی ہے کہ انھوں نے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آپ کے دین میں داخل ہونے پر آپ کی اس امارت نبوت اور دلیل رسالت نے مجبور کیا جو میں نے آپ کے بچپن میں دیکھی تھی۔ ”رَأَیْتُكَ فِی الْمَهْدِ تُنَاغِی الْقَمَرَ وَتُشِیْرُ

www.OnlyOneOrThree.com

إِلَيْهِ بِإِصْبَعِكَ فَحَيْثُ أَشَرْتَ إِلَيْهِ مَالَ قَالَ إِنِّي كُنْتُ أُحَدِّثُهُ وَيُحَدِّثُنِي وَيُلْهِينِي عَنِ الْبُكَاءِ وَأَسْمَعُ وَجْبَتَهُ حِينَ يَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ"

میں نے آپ کو پنگھوڑے میں دیکھا کہ آپ چاند کے ساتھ باتیں کر رہے تھے اور اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے تھے پس جس جگہ آپ اشارہ کرتے تھے وہ ادھر ہی مائل ہو جاتا آپ نے فرمایا میں اس سے گفتگو کرتا تھا اور وہ مجھ سے بات چیت کرتا تھا اور مجھے رونے سے باز رکھتا تھا اور میں اس کے عرش خداوندی کے سامنے سجدہ ریز ہونے پر سجدہ سے پیدا ہونے والی آواز کو سنتا تھا۔

اس روایت کو بیہقی نے نقل کیا ہے اور صابونی نے اپنی "مائتین" میں اور خطیب و ابن عساکر نے اپنی اپنی تاریخ میں اور صابونی نے کہا ہے کہ یہ اگرچہ سند و متن کے اعتبار سے غریب ہے مگر معجزات میں ایسی روایات حسن اور قابل قبول ہوا کرتی ہیں۔ (ملاحظہ ہو خصائص کبریٰ جلد اوّل ص ۵۳)

اور دوسرا کمال اور اعجاز جس کی طرف انجیل برنباس کی یہ عبارت اشارہ کرتی ہے وہ شق القمر والا معجزہ ہے جو مشہور و معروف ہے اور قرآن مجید کی اس آیت کریمہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ میں بھی ایک تفسیر یہی ہے۔ کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے چاند کا دولخت ہونا قرب قیامت کی علامت ہے الغرض احادیث و روایات اور کلام مجید میں بھی سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں کمال منقول ہیں اور انجیل میں بھی جس سے آپ کا برحق نبی ہونا اور پہلی کتابوں کی تصدیق کرنا اور ان کی بیان کردہ علامات پر پورا اتر کر ان کا تصدیق کنندہ ہونا واضح ہے۔ والحمد للہ

شبِ میلاد کی تعظیم اور اس سے حصولِ برکت

۱ ـــــ اور آدھی رات کی نماز کے بعد شاگرد یسوع کے قریب گئے تب یسوع نے ان سے کہا یہی رات مسیّا رسول اللہ کے زمانے میں سالانہ جوبلی ہوگی جو کہ اس وقت ہر سو برس پہ آتی ہے اس لیے میں نہیں چاہتا ہوں کہ ہم سو رہیں بلکہ یہ کہ ہم سو مرتبہ اپنے سر کو جھکاتے ہوئے نماز پڑھیں۔ اپنے قدیر رحیم محبوب کے لیے سجدہ کریں جو کہ ابد تک مبارک ہے۔

انجیل برنباس فصل ۸۳ ص ۱۲۵

۲ ـــــ ہمیں اللہ کا شکر کرنا چاہیئے کہ اس نے ہم کو اس رات میں ایک بڑی رحمت عطا کی ہے کیونکہ وہ اس زمانہ کو پھر واپس لایا جس کا اس رات میں گزرنا لازم ہے اس لیے کہ تحقیق ہم نے یکجہتی کے ساتھ رسول اللہ کے ہمراہ دعا مانگی اور تحقیق میں نے اس کی آواز سنی۔ (برنباس فصل ۸۴ ص ۱۲۶)

تبصرہ

ان دونوں عبارات سے حضرت مسیح علیہ السّلام کے نزدیک شب میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت اور عظمت نمایاں ہے کہ وہ اس میں نیند کو نامناسب

سمجھتے ہیں بلکہ عبادات کر کے زیادہ سے زیادہ برکات اور فیوض حاصل کرنے کے درپے ہیں اور اپنے حواریوں کو بھی اسی امر کی تلقین فرماتے ہیں مقامِ غور ہے کہ جس رات کی برکات سے ایک عظیم نبی و رسول خود بھی متمتع ہونے کا متمنی ہے اور اپنے خواص کو بھی تلقین کر رہا ہے اس پیغمبر آخر الزماں کے امتی کہلانے والے اس میں غفلت کی نیند سوئیں اور اس میں عبادت و ریاضت کو بدعت قرار دیں تو اس سے بڑھ کر محرومی اور بد نصیبی کی دلیل کیا ہو سکتی ہے۔ نیز ابھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی نہیں تھی تو اس رات سے برکت حاصل کرنا درست تھا تو جب ولادت ہو چکی اور وہ رات اس عظیم فضیلت سے بہرہ ور ہو چکی تو اب برکات کا حصول کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے۔ بلکہ علماء محققین اور ائمہ کرام کے نزدیک وہ رات لیلۃ القدر سے بھی کئی گنا افضل و اعلیٰ ہے۔ امام احمدؒ نے شب جمعہ کو شب علوق نور مصطفوی ہونے کی وجہ سے لیلۃ القدر سے افضل قرار دیا اور شیخ عبد الحق محدّث دہلوی نے فرمایا جب شب علوق لیلۃ القدر سے افضل ہے تو شبِ میلاد بطریق اولیٰ افضل ہو گی۔ وکذا صرح بہ العلماء

نیز عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر جذباتِ تشکر سے لبریز نظر آتے ہیں کہ مستقبل کو حال بنا کر اللہ تعالےٰ نے ہمیں اپنے رسول کا دیدار عطا کیا اور ان کے ساتھ مل کر دعا مانگنے کا موقع فراہم کیا اور ان کی آواز سنوائی تو خوش نصیب ان صحابہ کرام کے جنہوں نے عرصہ دراز آپ کی خدمت میں گزارا، دیدار سے آنکھوں کو منور کیا اور آپ کے مواعظ و خطبات سے کانوں کو اور آپ کے انوار و تجلیات سے دلوں کو منور کیا اور جس کو ایک لمحہ کے لیے بھی یہ سعادت نصیب ہو اس کے فضل و کمال

کے ساتھ دنیا کے اغواث و اقطاب کی عمر بھر کی عبادتیں برابری نہیں کر سکتیں تو عرصہ دراز اور مدت مدیدہ تک حاضر خدمت رہنے والوں اور مال و دولت عزت و آبرو اور جان و دل سے قربان ہونے والوں کے مرتبہ کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

www.OnlyOneOrThree.com

سالانہ جوبلی یا جشن عید میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم

میلاد پاک کی رات کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ اعلان کہ "یہی رات میرا رسول اللہ کے زمانہ میں سالانہ جوبلی ہو گی"، اس امر کی غماز ہے کہ آپ اہل اسلام کے اس رات اور دن کو بطور عید اور جشن منانے کا علم رکھتے تھے اس سے جہاں آپ کا مستقبل میں وقوع پذیر امور غیبیہ پر مطلع ہونا ثابت ہوتا ہے وہاں اس رات اور دن کو مسرت وشادمانی اور فرحت وخوشی کے اظہار کا پسندیدہ امر ہونا بھی واضح ہوتا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا"، فرما دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر فرحت وشادمانی کا اظہار کریں اسی لیے نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد نے بھی شمامہ عنبریہ کے اندر تصریح کر دی ہے "سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔

(شمامہ عنبریہ ص ۱۲)

تنبیہ

یاد رہے اس رات سے مراد عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی رات نہیں ہو سکتی

کیونکہ اس طرح تو دو عیدیں اور دو جوبلیاں لازم آئیں گی پھر عیدین میں صرف دن کو مخصوص عبادت کا اہتمام ہوتا ہے نہ کہ رات کو علاوہ ازیں صرف ایک عید مراد لینا ترجیح بلا مرجح ہے جبکہ شب ولادت کی عیدان دونوں عیدوں کی جان ہے اور ان کے لیے مدار و بنیاد، لہذا اس کے مراد ہونے میں وجہ ترجیح واضح ہے۔

واللہ و رسولہٗ اعلم

www.OnlyOneOrThree.com

پیغمبر آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فضائل میں انبیاء علیہم السلام سے سہ چند حصہ وصول فرمانا

اور اسی لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ بے شک رسول اللہ ایک روشنی ہے جو تقریباً تمام مصنوعات باری کو مسرور کرے گا، کیونکہ وہ فہم اور مشورت کی روح سے آراستہ ہے حکمت اور قوت کی روح سے خوف اور محبت کی روح سے بینش اور اعتدال کی روح سے (وہ) محبت اور رحمت کی روح سے آراستہ ہے عدل اور تقوٰی کی روح سے لطف اور صبر کی روح سے ایسی روحیں کہ منجملہ ان کے اس رسول نے اللہ سے سہ چند حصہ اس کا لیا ہے جو کہ اللہ نے اپنی تمام مخلوقات کو عطا کی ہیں وہ کیسا مبارک زمانہ ہے جس میں کہ یہ (رسول) دنیا میں آئے گا تم مجھے سچا مانو، ہر آئینہ میں نے اس کو دیکھا اور اس کے سامنے عزت و حرمت کو پیش کیا (اس کی تعظیم کی)، ہے جیسا کہ اس کو ہر ایک نبی نے دیکھا ہے کیونکہ اللہ ان (نبیوں) کو اس (رسول) کی روح بطور پیشینگوئی کے عطا کرتا ہے اور جبکہ میں نے اس کو دیکھا میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا، اے محمد اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں کیونکہ اگر میں یہ (شرف) حاصل کر لوں تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہو جاؤں گا اور جبکہ یسوع نے اس بات کو کہا اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ (برنباس ص۔ فصل ۴۴۔ آیت ۲۸ تا ۳۲)

تبصرہ

اس عبارت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کمال کو محیط ہونا اور انبیاء علیہم السّلام سے سہ چند حصّہ ہر کمال کا حاصل کرنا ثابت ہے اور یہی عقیدہ اہلِ اسلام کا ہے۔ ؎

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری ، آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بلکہ اہلِ اسلام کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہر کمال درحقیقت اصالۃً آپ میں ہے اور بطورِ ظل وعکس اور پرتو کے دوسری مخلوق میں ہے اور یہی حقیقت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد " اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ " اور " لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ " اور " اَنَا نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ " کی ہے۔

مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی شہاب ثاقب ص ۴۷ پر رقمطراز ہیں:-

"ان کا (اکابرِ دیوبند کا) عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جو جو رحمتیں عالم پر ہوئیں اور ہوں گی عام ہے وہ نعمت موجود کی ہو یا کسی اور قسم کی، ان سب میں آپ کی ذاتِ پاک ایسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جیسے آفتاب سے نور چاند میں آیا ہو اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں غرضیکہ حقیقتِ محمدیہ علٰے صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام

واسطہ جملہ کمالاتِ عالم و عالمیان ہیں یہی معنی لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ اور اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اور اَنَا نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ وغیرہ کے ہیں۔

www.Only1Or3.com

خدائے تعالیٰ سورج اور رسولِ خدا علیہ السلام چاند

اس حقیقت کی تمثیل دیتے ہوئے انجیل برنباس میں یہ مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے "میں تمہارا خدا جنت کا سورج ہوں اور میرا رسول چاند ہے جو کہ مجھ سے ہر شئے میں مدد حاصل کرتا ہے اور ستارے میرے وہ انبیاء ہیں جنھوں نے کہ تم کو کچھ بشارت دی ہے۔ فصل ۱۷۷ ص ۲۵۶

الغرض انجیل مقدس سے آپ کا جامع جمیع کمالات انبیاء ہونا بھی واضح ہوگیا اور ہر کمال میں مخلوق کے لیے منبع اور سرچشمہ ہونا بھی اور تمام کمالات جسمانیہ وروحانیہ میں مخلوق کا آپ کی طرف محتاج و مفتقر ہونا بھی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس کے علاوہ آپ کا نور ہونا بھی ظاہر اور آپ کے زمانہ ظہور کا نگاہ انبیاء میں انتہائی بابرکت ہونا بھی واضح اور تمام انبیاء کا آپ کے دیدار سے فیضیاب ہونا اور ان کے حضور سلام و نیاز اور آداب بجالانا وغیرہ بھی واضح،

منصبِ رحمۃ اللعالمینی

ا ـــــ اور میں تم کو بتاتا ہوں کہ رسول اللہ تک وہاں (جہنم کے کنارے) جائیں گے تاکہ اللہ کے عدل کو دیکھیں تب اس وقت دوزخ ان کے تشریف لانے کے سبب سے کانپنے لگے گی اور اس وجہ سے کہ وہ رسول انسانی جسم رکھتے ہیں ہر انسان بدن رکھنے والے پر سے جن پر عذاب کا حکم نافذ کر دیا گیا ہے۔ عذاب اٹھایا جائے گا پس وہ رسول اللہ کے جہنم کو ملاحظہ کرنے کے لیے ٹھہرنے کی مدت تک بغیر عذاب برداشت کرنے کے رہے گا، لیکن رسول اللہ وہاں نہ ٹھہریں گے مگر صرف ایک پلک مارنے کے وقفہ تک اور اللہ یہ محض اس لیے کرے گا تاکہ تمام مخلوق اس بات کو جان لے کہ اس نے رسول اللہ سے کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کیا ہے اور جب رسول اللہ وہاں گئے شیطان غل مچائیں گے اور آگ کے دہکتے انگاروں کے نیچے چھپنے کی کوشش کریں گے۔ دراں حالیکہ ان میں کا ایک دوسرے سے کہتا ہوگا بھاگو بھاگو اس لیے کہ ہمارا دشمن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آگیا۔ پس جبکہ شیطان اس بات کو سنے گا وہ اپنے منہ پر دو تھپڑ مارکے شور کرتا ہوا کہے گا یہ میرے خلاف مرضی مجھ سے بہتر ہوا ہے اور یہ بات محض بے انصافانہ کی گئی ہے۔ فصل ۱۳۶ ص ۲۰۴ - آیت ۱۵، ۱۶

تبصرہ

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عام ہے اور ہر شئے کسی نہ کسی طرح اس سے فیضیاب ہے اور یہی مضمون کلام مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" اور شیطان کا اس وقت بھی بد باطنی کا مظاہرہ کرنا، "ماہ فشاند نور سگ عو عو کند"، کے مترادف ہے اور یہی شان رحم وکرم اگلی عبارت سے بھی نمایاں ہے۔ بس ذرا سی توجہ درکار ہے۔

۲ــــــــ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک نبی جب وہ آتا ہے وہ فقط ایک ہی کام کے لیے اللہ کی رحمت کا نشان اٹھا کر لاتا ہے اور اسی وجہ سے ان انبیاء کا کلام اس قوم سے آگے نہیں بڑھا جس کی جانب وہ بھیجے گئے تھے۔ لیکن رسول اللہ جب آئے گا اللہ اس کو وہ چیز عطا کرے گا جو کہ اس کے ہاتھ کی انگشتری کی مانند ہے پس وہ زمین کی ان تمام قوموں کے لیے خلاص اور رحمت لائے گا جو اس کی تعلیم کو قبول کرے گی۔ فصل ۴۳ ص ۶۸۔ آیت ۱۳ تا ۱۵

تبصرہ

اس عبارت میں رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان خاتم النبیین کی طرف اشارہ ہے اور مہر نبوت کی طرف اور اس شان خاتمیت کی وجہ سے آپ سب خلائق کے رسول اور مقتداء قرار پائے۔ ؎

شیریں دہناں پادشاہ اندولے
او سلیمان است کہ خاتم با اوست

یہ مضمون قرآن مجید میں "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" اور "يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا"، وغیر ذالک من الآیات میں بیان کیا گیا ہے۔

۳ــــــــ اس وقت یسوع نے کہا بھائیو اس میں شک نہیں کہ برگزیدگی کا سابق میں ہو جانا ایک بڑا بھاری راز ہے تا آنکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اُسے صاف طور پر نہیں جانتا مگر فقط ایک ہی انسان اور وہی انسان ہے کہ جس کی طرف قومیں گردن اٹھا کر دیکھ رہی ہیں وہ ایسا انسان ہے کہ اللہ کے راز اس پر پوری طرح واضح اور جلی ہوں گے پس زہے نصیب ان لوگوں کے جو اس کے کلام پر کان لگائیں گے جبکہ وہ دنیا میں آئے گا اس لیے کہ اللہ اس پر سایہ کرے گا جیسے کہ یہ کھجور کا درخت ہم پر سایہ کر رہا ہے۔ ہاں بے شک جس طرح یہ درخت ہم کو جلانے والے آفتاب کی دھوپ سے بچاتا ہے ویسے ہی اللہ کی رحمت ایمان والوں کو اس نام کے ذریعہ شیطان سے بچائے گی، شاگردوں نے جواب میں کہا اے معلم وہ آدمی کون ہو گا جس کی نسبت تو یہ باتیں کہہ رہا ہے اور جو کہ دنیا میں عنقریب آئے گا۔ یسوع نے دلی خوشی کے ساتھ جواب دیا بے شک وہ محمد رسول اللہ ہے اور جب وہ دنیا میں آئے گا تو اس اصلی رحمت کے وسیلہ سے جس کو وہ لائے گا انسانوں کے مابین نیک اعمال کا ذریعہ ہو گا۔ اس طرح جیسے کہ مینہ زمین کو پھل دینے والی بنا دیتا ہے۔ بارش کے عرصہ دراز تک بند رہنے کے بعد پس وہ سفید ابر اللہ کی رحمت سے بھرا ہوا ہے اور یہی رحمت ہے کہ اللہ ایمان والوں پر اس کی بھوار پانی کی بوندوں کی طرح نثار کرے گا۔

فصل ۱۶۳ ص ۲۴۳۔ آیت ۳ تا ۱۰

www.OnlyOneOrThree.com

محشر کے دن پیغمبر آخر الزمان علیہ السّلام کا ہزار سورج کی طرح چمکنا اور انبیاء و ملائکہ کا ان کے گرد جھرمٹ

۴ ——— اور جبکہ چالیس سال گزر جائیں گے دپہلی مرتبہ صور پھونکے جانے پر) تب اللہ اپنے رسول کو زندہ کرے گا جو کہ اس وقت بھی سورج کی طرح نکلے گا مگر یہ کہ وہ چمکتا ہو گا ہزار سورجوں کی طرح پس وہ بیٹھے گا اور کوئی بات نہ کرے گا اس لیے کہ وہ بدحواس جیسا ہو گا اور اللہ چار فرشتوں کو بھی اٹھائے گا جو کہ اللہ کے نزدیکی ہیں اور وہ رسول اللہ کو تلاش کریں گے پھر جب اس کو پا جائیں گے اس کی جگہ کے چاروں کونوں پر اس کے محافظ بن کر کھڑے ہو جائیں گے بعد ازاں اللہ تمام فرشتوں کو زندگانی بخشے گا جو کہ شہد کی مکھیوں کی طرح آکر رسول اللہ کے گرد حلقہ کر لیں گے اور اس کے بعد اللہ اپنے جملہ نبیوں کو جان دے گا جو سب کے سب آدم کے پیچھے ہو کر آویں گے پس وہ رسول اللہ کا ہاتھ اپنے آپ کو اس کی نگہبانی و امداد کے جائے پناہ میں رکھتے ہوئے چومیں گے پھر اللہ اس کے بعد اپنے تمام برگزیدہ بندوں کو زندہ کرے گا جو کہ شور مچائیں گے کہ اے محمد ہم کو یاد کر۔ پس رسول اللہ کے دل میں ان کی چیخ و پکار سے رحم کو جنبش ہو گی اور وہ ڈرتے ڈرتے غور کرے گا کہ ان کے چھٹکارے کے لیے کیا کرنا لازم ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

فصل ۵۴ ۔ ص ۸۴، ۸۵ ۔ آیت ۲ تا ۱۱

تبصرہ

اس عبارت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہزار سورجوں کی طرح روشن

ہونا مذکور ہے جس سے اس سراج منیر صلی اللہ علیہ وسلم اور آسمانی سراج وہاج کے درمیان فرق کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور جو حقیقت یہاں لباس بشری میں مستور ہونے کی وجہ سے مخفی رہی بلکہ متنازع فیہ بنا دی گئی کشف حقائق کے دن ہر ایک اس کا مشاہدہ کرے گا، پھر تمام ملائکہ مقربین اور دیگر نوریوں کا اس محبوب کے گرد جھرمٹ اس امر کی بین دلیل ہے کہ روز محشر کا دولہا یہی ہے اور اس دن میں انھیں کی عظمت اور محبوبیت کا اظہار مقصود ہے، تمام انبیاء و رسل علیہم السّلام کا اپنے آپ کو سرور عالم و عالمیان کے زیر سایہ سمجھنا اور آپ کو ملجا و ماویٰ یقین کرنا اور آپ کی دست بوسی کرنا باوجودیکہ ان میں خلیل و کلیم اور ابو الانبیاء آدم اور دیگر اکابر موجود ہوں گے اس شان محبوبی اور عظمت درجات اور رفعت مراتب کی واضح دلیل ہے اور اسی طرح ان کا یہ اجماعی فعل اکابر کی دست بوسی کے جواز کی ناقابل تردید دلیل ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

نیز سب برگزیدہ لوگوں کا بھی شور مچا کر آپ سے رحم و کرم کی اپیل کرنا اس امر کی روشن دلیل ہے اور بیّن برہان ہے کہ سب اہل محشر سوائے آپ کی ذات اقدس کے دوسرا کوئی آسرا اور سہارا نہیں پائیں گے جب وہاں سوائے ان کے کوئی آسرا و سہارا نہیں ہے تو پھر یہاں ان کو واسطہ و وسیلہ ماننے میں ہچکچاہٹ کا کیا جواز ہے؟ ؎

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

یہی مضمون قرآن و سنت سے بھی ثابت ہے اور شفاعت عظمیٰ کا آپ کے خصائص میں ہونا اہل اسلام کے نزدیک مسلم حقیقت ہے اور یہی حقیقت

www.OnlyOneOrThree.com

انجیل نے بھی واضح کر دی تو گویا یہ عقیدہ صرف اہلِ اسلام کا ہی نہیں بلکہ انبیاء سابقین نے بھی اپنی امتوں کو یہی تعلیم دی ہے اگر کوئی شخص اسلام کا دعویدار بھی ہو اور سرورِ کونین علیہ السلام کے اس اعزاز و اختصاص کا انکار کرے تو گویا وہ ان عیسائیوں سے بھی گیا گزرا ہے۔

۵ ـــــ اور رسول اللہ تمام نبیوں کو جمع کرنے جائے گا اور قسم ہے اللہ کی زندگانی کی کہ میں بھی بے شک وہاں نہ جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں جو کچھ کہ جانتا ہوں اور جس وقت کہ اللہ اس بات کو دیکھے گا وہ اپنے رسول کو یاد دلائے گا کہ کیونکہ اس نے سب چیزوں کو اس کی محبت کے لیے پیدا کیا ہے تب اس رسول کا خوف جاتا رہے گا اور وہ محبت اور ادب کے ساتھ عرش کی طرف بڑھے گا۔۔۔۔ الخ (مفصل عبارت گزر چکی ہے) فصل ۵۵۔ص ۸۶

پیغمبر آخر الزماں کے خصوصی علامات کا بیان

۶ ـــــ باقی رہا میرا خاص معاملہ سو میں تحقیق اس لیے آیا ہوں کہ رسول اللہ کے واسطے جواب جلد دنیا کے لیے ایک خلاص اور چھٹکارے کا ذریعہ لے کر آئے گا راستہ صاف کر دوں لیکن تم اس بات سے ڈرتے رہو کہ دھوکا نہ دیئے جاؤ اس واسطے کہ بعد میں بہت سے جھوٹے نبی آئیں گے جو میرے کلام کو اخذ کریں گے اور میری انجیل کو ناپاک بنائیں گے۔ تب اس وقت اندراوس نے کہا اے معلم ہمارے لیے کوئی نشانی بتا تاکہ ہم اس رسول کو پہچانیں۔ یسوع نے جواب دیا بے شک وہ تمہارے زمانہ میں نہ آئے گا بلکہ تمہارے بعد کئی برسوں کے گزرنے پر جس وقت کہ میری انجیل باطل کر دی جائے گی اور قریب تیس مومن بھی نہ پائے جائیں گے اس وقت میں اللہ دنیا پر رحم کرے گا پس وہ اپنے اس رسول کو بھیجے گا جس کے سر پر ایک سفید ابر کا ٹکڑا قرار پذیر ہو گا۔ اس کو ایک اللہ کا برگزیدہ پہچانے گا اور وہ اسے دنیا پر ظاہر کرے گا اور وہ رسول بدکاروں پر بڑی قوت کے ساتھ آئے گا اور بتوں کی پوجا کو دنیا سے نابود کر دے گا۔۔ تا۔۔۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق چاند اس کو اس کے بچپن میں سلانے کے لیے لوریاں دے گا اور جب وہ رسول بڑا ہو گا تو اس چاند کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے پکڑے گا۔۔۔ تا۔۔۔۔ اور وہ ایک ایسے حق کے ساتھ آئے گا

www.OnlyOneOrThree.com

جو تمام نبیوں کے حق سے واضح تر ہوگا اور ہمارے باپ دادا کے شہر کے برج خوشی کی وجہ سے ایک دوسرے کو مبارکباد دیں گے پس جس وقت کہ بتوں کی پوجا کا زمین سے دور ہونا دیکھا جائے گا اور یہ اقرار کیا جائے گا کہ بے شک میں بھی تمام انسانوں جیسا ایک انسان ہوں تو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق اللہ کا نبی اسی وقت آئے گا۔ فصل ۷۲۔ ص ۱۰۹، ۱۱۰

تبصرہ

اس عبارت سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے دور میں نہیں بلکہ بہت عرصہ بعد تشریف لائیں گے جبکہ انجیل باطل کر دی جائے گی اور تیس مومن بھی باقی نہ رہیں گے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ایسے ہی موقع پر ہوا۔ نہ انجیل اصلی حالت میں دستیاب تھی اور نہ ہی تعلیم عیسیٰ علیہ السلام موجود تھی بلکہ نبی و رسول ہونے کی بجائے تثلیث کے باطل عقیدہ نے رواج پکڑا اور تہذیب و اخلاق اور پابندی شرع کی جگہ کفارہ کے غلط اور بے بنیاد عقیدہ نے سنبھال لی اور ہر بے راہ روی اور برائی کو اس غلط عقیدہ کی بنا پر ناقابل مواخذہ قرار دیدیا گیا اور کھل کھیلنے کی اجازت دے دی گئی۔

(۲) پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر سفید ابر کے سایہ فگن ہونے اور ایک برگزیدہ شخص کے آپ کو پہچان لینے کا جو یہاں ذکر ہے کتب سیر میں اس کی صداقت کا بچشم خود مطالعہ کیا جا سکتا ہے کہ سفر شام میں جبکہ آپ بغرض تجارت اپنے شفیق چچا جناب ابو طالب کے ہمراہ تھے آپ کی یہی امتیازی شان ظاہر ہوئی اور بحیرا راہب نے اس صورت حال کو دیکھ کر انہیں مشورہ دیا کہ اس مقدس شخصیت

کو یہیں سے واپس بھیج دو ورنہ یہود ان کے خلاف ہر ممکن سازش سے گریز نہیں کریں گے کیونکہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہود ازراہِ حسد نبی اسماعیل میں سے ہونے والے نبی کو برداشت نہیں کر سکتے، امام سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں مستقل باب اس عنوان سے قائم کیا ہے "سفر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع عمہ ابی طالب الی الشام وما ظہر من الآیات واخبار بحیرا عنہ (ص ۸۳ ج ۱) اور اسی طرح علامہ ابن الجوزیؒ نے الوفا جلد اول ص ۱۳۱ پر مستقل عنوان کے تحت اس مضمون کی روایات درج کی ہیں کہ بحیرا راہب نے آپ کو دیگر علامات کے ساتھ ساتھ بادل کے سایہ فگن ہونے کی وجہ سے پہچان لیا اور جناب ابو طالب اور دیگر اہل قافلہ پر ان کی شان نبوت کو ظاہر کیا اور آپ کو وہیں سے بھجوانے کا انتظام کیا اور جو یہود آپ کی تلاش میں وہاں تک آپہنچے تھے ان کو سمجھایا اور عداوت سے باز رکھا۔

(۳) وہ رسول بدکاروں پر بڑی قوت کے ساتھ آئے گا اور بتوں کی پوجا کو دنیا سے نابود کر دے گا، یہ حقیقت محتاج بیان نہیں اور کوئی بدترین دشمن بھی اس کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انجیل کا یہ اعلان کہ پیغمبر آخر الزماں لیے حق کے ساتھ آئے گا جو تمام نبیوں کے حق سے واضح تر ہوگا۔ یہ حقیقت بھی محتاجِ دلیل وبرہان نہیں کہ جو جامعیت تعلیمات نبویہ میں ہے اور جس منطقی اور عقلی انداز میں دلائل توحید کو بیان کیا گیا ہے کتب سابقہ میں اس کی نظیر ملنی مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ پوری انجیل دیکھ لو اعمال شرع کا اس میں نام ونشان ملنا مشکل ہے اور تورات کے اسفار خمسہ میں بھی معدودے چند احکام موجود ہیں مگر قرآن مجید میں اور اس کی تفسیر نبوی یعنی احادیث میں مبدء ومعاد اور معاش کے جملہ احکام مفصل طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان کہ "ہمارے باپ دادا کے شہر کے برج

خوشی کی وجہ سے ایک دوسرے کو مبارکباد دیں گے، حضرت عیسیٰؑ کے بعد سے لے کر آج تک سوائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی شخص اس کا مصدق نہیں ہو سکتا ہے۔ انھیں کے لیے کعبہ معظمہ سجدہ ریز ہوا اور پہاڑ ان کے مبارک قدم پڑنے کے بعد خوشی سے جھوم اٹھے اور رقص کرنے لگے اور کیا خبر شب معراج بیت المقدس میں قدم رنجہ فرمانے پر وہاں کس قدر فرحت وشادمانی کا اظہار کیا گیا ہوگا جبکہ تمام انبیاء کرام نے اس مقدس خطہ میں قدم رنجہ فرمایا تھا۔

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا یہ فرمان کہ جب یہ اقرار کیا جائے گا کہ میں بھی عام انسانوں کی طرح ایک انسان ہوں تو میں سچ کہتا ہوں کہ اللہ کا نبی اس وقت آئے گا،، اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور قرآن مجید اس حقیقت کا جا بجا اعلان کرتا ہے،۔ قال اللہ تعالیٰ ،۔ مَا الْمَسِيحُ اِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ” كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ، مسیح بن مریم محض اللہ کے رسول ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔ ان کی ماں صدیقہ تھی وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے،، عیسیٰ علیہ السّلام کا اپنا مہد والا کلام نقل کرتے ہوئے ”قَالَ اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا،، ”میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور نبی بنایا،، اور ان کے علاوہ بہت سے مقامات پر آپ کا ترابی عنصر سے مخلوق ہونا وغیرہ بیان کر کے اس حقیقت کو پوری طرح واضح کر دیا ہے لہٰذا اس علامت کا مصداق بھی صرف اور صرف رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں و الحمد للہ علیٰ ذالک

۷ ــــــ مگر تو مجھے سچا سمجھ کہ بے شک ایک وقت آئے گا کہ اللہ اپنی

رحمت اس وقت دوسرے ،۔۔۔۔ اپنے شہر کے اندر دے گا اور جب اس کے لیے ہر جگہ میں حق کے ساتھ سجدہ کرنا ممکن ہوگا اور اللہ ہر جگہ میں اپنی رحمت سے حقیقی نماز کو قبول کرے گا، عورت نے جواب دیا تحقیق ہم مسیّا کے منتظر ہیں پس جب وہ آئے گا ہمیں تعلیم دے گا یسوع نے جواب میں کہا اے عورت کیا تو جانتی ہے کہ مسیّا ضرور آئے گا اس نے جواب دیا اے سید، اس وقت یسوع کا چہرہ چمک اٹھا اور اس نے کہا اے عورت مجھے دکھائی دیتا ہے کہ تو ایمان والی ہے پس تو اب معلوم رکھ کہ تحقیق مسیّا پر ہی ایمان لانے سے اللہ کا ہر ایک برگزیدہ خلاصی پائے گا اس حالت میں یہ واجب ہے کہ تو مسیّا کی آمد کو جانے عورت نے کہا شاید تو ہی مسیّا ہے اے سید، یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ میں ہی اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاص کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد جلد ہی مسیّا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا تمام دنیا کے لیے آئے گا وہ مسیّا کہ اللہ نے اس کی وجہ سے دنیا کو پیدا کیا ہے اور اس وقت تمام دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا جائے گا اور رحمت حاصل کی جائے گی یہاں تک کہ جوبلی کا سال جو اس وقت ہر سو برس پر آتا ہے مسیّا اس کو ہر سال ہر ایک جگہ میں بنا دے گا۔

فصل ۸۲ ۔ص ۱۲۳، ۱۲۴

تبصرہ

اس عبارت میں چند امور قابل غور ہیں۔

(۱) عیسیٰ علیہ السّلام کا یہ فرمان کہ ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت دوسرے شہر میں منتقل کر دے گا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیت المقدس جو عرصہ دراز سے انبیاء علیہم السّلام کا مسکن اور محل ظہور بنا ہوا تھا۔ اس

www.OnlyOneOrThree.com

کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرے شہر کو ظہور نبوت اور نزول وحی کی سعادت سے بہرہ ور کرے گا اور وہ سوائے مکہ مکرمہ کے کونسا شہر ہو سکتا ہے اور سوائے رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے کونسا نبی بیت المقدس کے علاوہ دوسرے شہر میں ابن مریم کے بعد ظہور پذیر ہوا لہٰذا اس پیشینگوئی کا مصداق بھی صرف رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۲) ہر جگہ سجدہ کرنے کا امکان اور نماز کو قبول کرنے کا اعلان بھی ہوا تو صرف شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں، اس سے قبل صرف مخصوص عبادت خانوں میں ہی نماز اور سجود قابل قبول ہوا کرتے تھے "جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا" کا آپ نے اعلان فرما کر اس بشارت کا مصداق ہونا واضح کر دیا۔

(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اعتراف فرما رہے ہیں کہ میں صرف اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاص کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی طرح انجیل متی میں بھی آپ کی یہ تصریح ان الفاظ کے ساتھ مرقوم ہے "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" (باب ۱۵-۲۴ اور باب ۱۰، ۶) لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمام عالم کے لیے نبی تسلیم کرنا اور بنی اسرائیل کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو ان کی امت میں داخل ہونے کی ترغیب دینا حضرت عیسیٰ کو جھٹلانے کے مترادف ہے اور جب ان کو اللہ تعالیٰ نے دوسری کسی قوم کی طرف مبعوث فرمایا ہی نہیں تو کسی غیر اسرائیلی کا ان کی ملت اور امت میں داخل ہونا بھی قطعاً درست نہیں ہے لہٰذا عیسائی مشینریوں کی ساری تگ و دو اور عیسائیت پھیلانے کی سعی نگاہ مسیح علیہ السلام میں قطعاً ناپسندیدہ ہے۔

(۴) حضرت عیسیٰؑ نے اپنے بعد آنے والی ہستی کے متعلق اعلان فرمایا کہ سب

عالم کا ہادی اور تمام اہل دنیا کی طرف مبعوث رسول وہ ہوگا جو میرے بعد آئے گا، حواریوں کو تو خود آپ نے ہی دوسری قوموں کی طرف جانے اور تبلیغ کرنے سے روک دیا ملاحظہ ہو انجیل متی باب ۱۰، ۵، ۸۔

غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے چلتے منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے لہذا ان کو اس پیشینگوئی کا مصداق تو بنا نہیں سکتے اور ان کے علاوہ عیسٰی علیہ السلام سے لے کر اب تک اس شان کا مالک سوائے رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں آیا جن کے دین اور مذہب نے سب ادیان پر غلبہ حاصل کر لیا اور شرق وغرب اور شمال وجنوب تک پھیل گیا۔ لہذا یہ بھی صرف آپ کی ذاتِ مقدسہ کے متعلق ہی حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بشارت دی ہے۔

www.Only1or3.com

پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول موعود کا نسل اسماعیل علیہ السلام سے ہونا

۱ ـــــــ قسم ہے اللہ کی جان کی کہ بے شک ابراہیم نے اللہ سے ایسی محبت کی کہ اس نے جھوٹے بتوں کو چور چور توڑ دینے اور اپنے باپ و ماں کو چھوڑ دینے ہی پر کفایت نہیں کی بلکہ وہ اللہ کی فرمانبرداری کے لیے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ بھی رکھتا تھا۔ کاہنوں کے سردار نے جواب دیا میں تجھ سے محض اسی بات کو پوچھتا ہوں اور تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا پس تو ہم کو بتا کہ یہ ابراہیم کا بیٹا کون تھا یسوع نے جواب دیا اے اللہ تیرے شرف کی غیرت مجھ کو بھڑکا دے اور میں چپ نہ ہو سکوں میں سچ کہتا ہوں کہ ابراہیم کا یہ بیٹا ہی ہے جس کی اولاد سے مسیا کا آنا واجب ہے وہ مسیا کہ اس کے ساتھ ابراہیم کو یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ اسی کے ور وو سے زمین کے تمام قبیلے برکت پائیں گے۔

فصل ۲۰۸ ص ۲۸۹

۲ ـــــــ تب اس وقت یسوع نے کہا کہ جب رسول اللہ آئے گا تو وہ کس کی نسل سے ہوگا شاگردوں نے جواب دیا داؤد کی نسل سے تب یسوع نے جواب دیا تم اپنے آپ کو دھوکے میں نہ ڈالو کیونکہ داؤد اس کو روح میں یہ کہتے ہوئے رب کے نام سے پکارتا ہے اللہ نے میرے رب سے کہا تو میرے داہنے جانب بیٹھ تاکہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے پامال کرنے کی جگہ بناؤں تیرا

رب تیرے نیزے کو بھیجے گا جو کہ تیرے دشمن کے وسط میں غلبہ والا ہوگا پس رسول اللہ جس کو تم مسیا داؤد کا بیٹا کہتے ہو یہی ہوگا تو پھر داؤد اس کو رب کیونکر کہتا تم مجھے سچا مانو کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق عہد اسماعیل کے ساتھ کیا گیا ہے نہ کہ اسحاق کے ساتھ۔

فصل ۴۳ ص ٦٩

۳ ـــــــ اے ابراہیم عنقریب تمام دنیا جان لے گی کہ اللہ تجھ سے کیسی محبت کرتا ہے مگر دنیا کو تیری اللہ کے ساتھ محبت کیونکر معلوم ہو یقیناً تم پر واجب ہے کہ تو خدا کی محبت کے لیے کچھ کرے ابراہیم نے جواب دیا یہ خدا کا بندہ مستعد ہے کہ جو خدا کا ارادہ ہو وہی کرے تب اس وقت اللہ نے ابراہیم سے کہا تو اپنے پہلوٹھے بیٹے اسماعیل کو لے اور پہاڑ پر چڑھ جا تاکہ اس کو قربانی کے طور پر پیش کرے پس اسحاق کیونکر پہلوٹھا ہو سکتا ہے کیونکہ جب وہ پیدا ہوا تھا اس وقت اسماعیل کی عمر سات سال کی تھی۔

فصل ۴۴ ـ ص ٦٩

۴ ـــــــ موسیٰ نے کہا اے رب اسرائیل کے اللہ قدیر رحیم تو اپنے بندے کو اپنی بندگی کی روشنی میں ظاہر کر تو وہیں سے اللہ نے اس کو اپنے رسول کو اسماعیل کے دونوں بازوؤں پر دکھایا اور اسماعیل کو ابراہیم کے دونوں بازوؤں پر اور اسماعیل کے پاس اسحاق کھڑا ہوا اور اس کے بازوؤں پر ایک بچہ تھا جو کہ اپنی انگلی سے یہ کہتا ہوا رسول اللہ کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ یہی ہے وہ جس کے لیے اللہ نے ہر شئے کو پیدا کیا ہے تب وہیں سے موسیٰ خوشی کے ساتھ چلایا کہ اے اسماعیل بے شک تیرے دونوں بازوؤں میں ساری دنیا اور جنت بھی ہے تو مجھے یاد کر کے میں اللہ کا بندہ ہوں تاکہ میں تیرے اس بیٹے کے سبب سے جس کے لیے اللہ نے ہر چیز بنائی

www.OnlyOneOrThree.com

ہے اللہ کی نظر میں کچھ نعمت پاؤں۔ فصل ۱۹۱ ص ۲۷۱

تبصرہ

ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور موعود نبی حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی اولاد سے ہونے ضروری ہیں نہ کہ بنی اسرائیل سے اور تمام یہود و نصاریٰ ایک نبی کی آمد پر متفق تھے لیکن انھوں نے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا صرف اس لیے انکار کیا تھا کہ آپ بنی اسرائیل سے نہیں تھے لیکن ان حوالہ جات نے اس وہم و گمان اور اس کی بنیاد ہی اکھیڑ کر رکھ دی بلکہ تورات کے سفر استثناء کی یہ عبارت بھی اس وہم و گمان کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتی ہے۔ ،،میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا،،

استثناء باب ۱۸-۱۵/۱۸

اور بنی اسرائیل کے تمام قبائل جب آپ کے مخاطب تھے تو پھر ان کے بھائی لا محالہ بنی اسماعیل ہی ہوں گے نہ خود بنی اسرائیل۔ اور جب عہد نامہ قدیم و جدید عیسائی دنیا کے نزدیک مسلم و معتبر ہے تو پھر تورات کی تصدیق و تائید کے بعد انجیل برنباس کے ان حوالہ جات میں پس و پیش اور شک و تردد کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟

نبی موعود حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہو ہی نہیں سکتے

حضرت یسوع کا نسب نامہ حضرت داؤد علیہ السّلام سے جاملتا ہے جبکہ

جبکہ نبی موعود کے متعلق خود حضرت عیسیٰ کا یہ اعلان ہے کہ وہ داؤد علیہ السّلام کی نسل سے نہیں ہو سکتے ملاحظہ ہو انجیل متی باب ۲۲ - ۴۲ تا ۴۴

،،جب فریسی جمع ہوئے تو یسوع نے ان سے یہ پوچھا کہ تم مسیح کے حق میں کیا سمجھتے ہو؟ وہ کس کا بیٹا ہے؟ انھوں نے اس سے کہا داؤد کا۔ اس نے ان سے کہا پس داؤد روح کی ہدایت سے کیونکر اسے خداوند کہتا ہے کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا میری داہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے نہ کر دوں؟ پس جب داؤد اس کو خداوند کہتا ہے تو وہ اس کا بیٹا کیونکر ٹھہرا؟،، یہی مضمون انجیل مرقس باب ۱۲ - ۳۶۔ اور انجیل لوقا باب ۲۱ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ پر مرقوم ہے لہٰذا تینوں اناجیل اعتراف و اقرار کے بعد کہ آنے والا نبی نسل داؤد علیہ السلام سے نہیں ہو سکتا کیونکہ اپنے بیٹے کو کوئی اپنا خداوند کیسے کہہ سکتا ہے اور داؤد علیہ السّلام نے ان کو اپنا خداوند کہا ہے لہٰذا وہ نبی نسل داؤد علیہ السّلام سے نہیں ہو سکتا اور حضرت یسوع ہی خود یہ دلیل دے کر اپنے انکار کو مدلل اور مبرہن انداز میں پیش فرماتے ہیں تو نسل داؤد علیہ السّلام سے ہونے کے باوجود ان کو نبی موعود کیونکر کہا جا سکتا ہے؟ لہٰذا اناجیل ثلاثہ سے بھی یہ حقیقت عیاں و آشکار ہو گئی کہ آنے والا نبی حضرت عیسیٰ نہیں اور نہ بنی اسرائیل سے ہو گا اور برنباس نے واضح کر دیا کہ وہ نبی اسماعیل سے ہو گا لہٰذا تورات اناجیل ثلاثہ اور برنباس کی عبارات میں مکمل موافقت اور مطابقت پیدا ہو گئی اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی موعود اور رسول منتظر ہونا واضح ہو گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

www.OnlyOneOrThree.com

نبی امّی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو چیلنج کیوں نہ کیا گیا ؟

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بار بار اپنے متعلق یہ دعویٰ دہرایا کہ میں ہی نبی موعود اور رسول منتظر ہوں اور تورات وانجیل میں میرے متعلق ہی خبر اور بشارت دی گئی ہے تو اہل کتاب یہود و نصاریٰ نے جو کہ مدینہ منورہ خیبر اور نجران وغیرہ قریبی علاقوں میں موجود تھے اور ماہرین تورات وانجیل بھی تھے اور عربی زبان پر بھی مکمل عبور رکھتے تھے اور قرآن مجید اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعاوی سے بھی پوری باخبر تھے انھوں نے آپ کی صداقت کو چیلنج کیوں نہ کیا اور آپ کے ساتھ مباحثہ ومناظرہ کی جرأت کیوں نہ کی ، جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو انکار کی جرأت نہیں ہوسکتی تھی اور اہل کتاب میں سے جو لوگ مشرف باسلام ہوئے مثلاً حضرت عبد اللہ بن سلام اور کعب احبار و دیگر حضرات ان کے سامنے ان کو اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی ہمت نہیں ہوسکتی تھی اس لیے جنگ وجدال اور حرب وقتال سے کام لیا مگر محض زبانی بحث وتمحیص اور مجادلہ ومناظرہ سے گریز ہی کیا اور عملاً اپنی بے بسی کا اعتراف کرلیا ۔

والحمد للہ علی ذالک

www.only1or3.com

بارگاہِ مصطفوی میں عیسیٰ علیہ السّلام کی نہایت تواضع وانکساری اور بعثت نبوی کی بشارت

۱ـــــ میں اپنے آپ کو اس (پیغمبر آخر الزمان) کا مانند شمار نہیں کرتا جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو کیونکہ میں اس کے لائق بھی نہیں کہ اس رسول کے جوتے کے بند یا نعلین کے تسمے کھولوں جس کو تم مسیّا کہتے ہو وہ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا۔ انجیل برنباس فصل ۴۲ ص ۶۶

۲ـــــ تم مجھے سچا مانو ہر آئینہ میں نے اس کو دیکھا اور اس کے سامنے عزت وحرمت کو پیش کیا ہے یعنی تعظیم کی ہے جیسے کہ اس کو ہر نبی نے دیکھا ہے کیونکہ اللہ ان نبیوں کو اس رسول کی روح بطور پیشینگوئی کے عطا کرتا ہے اور جبکہ میں نے اس کو دیکھا میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا کہ اے محمد اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں کیونکہ اگر میں یہ شرف حاصل کر لوں تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہو جاؤں گا اور جبکہ یسوع نے اس بات کو کہا اس نے اللہ کا شکریہ ادا کیا۔

فصل ۴۴ ص ۷۰۔ آیت ۲۸ تا ۳۲

۳ـــــ باوجود اس کے کہ میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کا بھی مستحق نہیں ہوں میں نے اللہ کی طرف سے نعمت اور رحمت کے طور پر یہ رتبہ حاصل کیا

ہے کہ اس کو دیکھوں، فصل ۹۷ ص ۱۴۵

۴ ——— باقی رہا میرا خاص معاملہ سو میں بہ تحقیق اس لیے آیا ہوں کہ رسول اللہ کے واسطے جواب جلد دینا کے لیے ایک خلاص اور چھٹکارے کا ذریعہ لے کر آئے گا راستہ صاف کر دوں۔ ص ۱۹۰

۵ ——— اس وقت یسوع نے کہا میں ایک آواز شور مچانے والی ہوں تمام یہودیہ میں جو کہ چیختی ہے کہ پروردگار کے رسول کا راستہ درست کرو جیسا کہ اشعیا میں لکھا ہوا ہے۔ فصل ۴۲ ص ۶۵

تبصرہ

انجیل برنباس کی مندرجہ بالا عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت یسوع علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے جس پیغمبر کی بشارت دی ہے وہ آپ کے حواری نہیں ہو سکتے کیونکہ شاگردوں اور نائبین کے متعلق اس قسم کے الفاظ تواضع کے ذکر کرنا قطعاً ناموزوں اور نامناسب ہے لہذا نہ ہی ان سے روح القدس مراد ہو سکتے ہیں ایک تو اس لیے کہ یہاں وہی ہستی مراد ہو سکتی ہے جو جوتے اور نعلین استعمال کرے اور روح القدس اس سے منزہ و مبرا ہے علاوہ ازیں ان عبارات میں تکرار ان کے رسول اللہ ہونے کی تصریح ہے اور روح القدس صرف اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر نازل ہوتا ہے نہ کہ عوام الناس کے لیے اللہ تعالیٰ کا پیغام رساں ہوتا ہے نیز دوسری عبارت میں نام نامی اور اسم گرامی کی تصریح موجود ہے "اے محمد اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھے اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں" لہذا کسی بھی تاویل و توجیہہ اور ایچ پیچ کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی اور یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ آشکار ہو گئی کہ آپ کے

بعد آنے والی ہستی محمد رسول اللہ علیہ السّلام ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جیسے عظیم رسول کا رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس قدر تواضع سے کام لینا اور ان کی خدا داد عظمت کا اس انداز میں اعتراف کرنا ان کی رفعتوں اور اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کی عظیم دلیل ہے کیونکہ نبی رانبی یتشناسد، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے معجزات کو سامنے رکھیں، ان کے متعلق عیسائیوں کے مبالغات کو سامنے رکھیں کہ کسی نے خدا کہا کسی نے خدا کا بیٹا اور پھر ان کی طرف سے خاتم الانبیاء والمرسلین کی قصیدہ خوانی اور مدح سرائی کا یہ انداز دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ بجز الوہیت جملہ مراتب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے اور اپنے خزانے کی ہر نعمت ان پر مکمل کر دی ہے۔

"وللہ الحمد"

www.Only1or3.com

حضرت یحییٰ کا بارگاہِ مصطفوی میں عجز اور آپ کی بشارت

یہی مضمون حضرت یحییٰ (یوحنا) بن زکریا علیہما السّلام کی زبانی انجیل متی صہ ۶ پر اس طرح مرقوم ہے۔

ا ـــــ میں تم کو توبہ کے لیے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں وہ تم کو روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا اور اپنے گیہوں کو توکھتے میں جمع کرے گا مگر بھوسی کو اس آگ میں جلائیگا جو بجھنے کی نہیں۔

انجیل متی ص ۶

اور مرقس کی انجیل میں یہ عبارت ہے۔

۲ ـــــ حضرت یوحنا (یحییٰ) علیہ السّلام اونٹ کے بالوں کا لباس پہنتا چمڑے کا پٹکا اپنی کمر سے باندھے رہتا۔ ٹڈیاں اور جنگلی شہد کھاتا تھا اور یہ منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں، میں نے تم کو پانی سے بپتسمہ دیا مگر وہ تم کو روح القدس سے بپتسمہ دے گا۔ انجیل مرقس ص ۳۴

www.only1or3.com

اور انجیل لوقاص ۵۵ میں اس مضمون کو اس طرح ادا کیا گیا ہے۔

۳ ـــــ جب لوگ منتظر تھے اور سب اپنے اپنے دل میں یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السّلام) کی بابت سوچتے تھے کہ آیا وہ مسیح ہے یا نہیں تو یوحنا نے ان سب سے جواب میں کہا میں تو تمھیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں مگر جو مجھ سے زور آور ہے وہ آنے والا ہے میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں وہ تمھیں . . روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہو گا تاکہ وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے اور گیہوں کو اپنے کھتے میں جمع کرے اور بھوسی کو اس آگ میں جلائے گا جو بجھنے کی نہیں ،، اور اعمال ص ۱۲۲ پر یوں مرقوم ہے۔ جب یوحنا اپنا دور پورا کرنے کو تھا تو اس نے کہا کہ تم مجھے کیا سمجھتے ہو میں وہ نہیں ہوں بلکہ دیکھو میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جس کے پاؤں کی جوتیوں کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں ،،

ف

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ لوگ ایک آنے والے پیغمبر کی انتظار میں تھے کیونکہ مختلف پیغمبران کرام نے ان کو اس قسم کی بشارتیں دی تھیں لیکن ان کو اس قسم کی بشارتیں دی تھیں لیکن ان کو ان بشارتوں کا مصداق حتمی طور پر معلوم نہیں تھا اس لیے حضرت یحییٰ علیہ السّلام کے متعلق یہ گمان کیا مگر انھوں نے اس کو رد کر کے فرمایا وہ تو میرے بعد آنے والے ہیں میں تو ان کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہیں ہوں مگر

سوال :۔

یہ ہے کہ آیا اس بشارت کا مصداق حضرت عیسٰی علیہ السّلام ہیں جیسے کہ

عیسائیوں کا خیال ہے؛ لیکن حقیقت حال اس سے بالکل مختلف ہے نہ حضرت یحییٰ علیہ السّلام کو اس کا یقین تھا کہ میں یہ اعلان حضرت عیسیٰ کے متعلق کر رہا ہوں اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے حتمی اور قطعی انداز میں اس کا دو ٹوک فیصلہ دیا جب حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے معجزات کی بابت سنا تو اپنے شاگرد بھیج کر یہ سوال کیا ،،یوحنا نے اپنے شاگردوں میں سے دو کو بلا کر خداوند (عیسیٰ علیہ السّلام) کے پاس یہ پوچھنے کے لیے بھیجا کہ آیا آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں؟ انھوں نے اس کے پاس آ کر کہا یوحنا بپتسمہ دینے والے ہیں تیرے پاس یہ پوچھنے کو بھیجا ہے کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں۔ (انجیل لوقا ص ۵۹)

اور انجیل متی ص ۱۴ پر مرقوم ہے

،،یوحنا نے قید خانہ میں مسیح کے کاموں کا حال سن کر اپنے شاگردوں کی معرفت اس سے پچھوا بھیجا کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں،، اور اسی قید خانہ سے نکال کر آپ کو شہید کر دیا گیا تھا جیسے کہ اس انجیل متی کے ص ۱۸۰ پر موجود ہے۔ لہذا اس سے صاف ظاہر کہ آپ کو آخری دم تک یہ تسلی نہیں تھی کہ جس کا میں نے اعلان کیا وہ یہی عیسیٰ ابن مریم ہیں بلکہ جب حضرت یحییٰ علیہ السّلام کی زندگی اختتام کو پہنچ چکی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا ظہور ہو چکا تھا بلکہ ان کے کمالات کا چرچا ان کے کانوں تک پہنچ چکا تھا پھر بھی انھوں نے یہ اعلان فرمانے کی بجائے کہ جس کا انتظار تھا آ چکا ہے اس اعلان پر اکتفا فرمایا؛ جو میرے بعد آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے اور میں اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کی لیاقت نہیں رکھتا، اب دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے ان کے استفسار پر کیا فرمایا انجیل متی ص ۱۴ میں یہ جواب مرقوم ہے

یسوع نے جواب میں ان سے کہا جو کچھ تم سنتے اور دیکھتے ہو جا کر یوحنا سے بیان کر دو کہ اندھے دیکھتے ہیں اور لنگڑے چلتے پھرتے ہیں اور مُردے زندہ کیے جاتے ہیں اور غریبوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے اور مبارک وہ ہے جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے اور یہی جواب انجیل لوقا ص ۶۰ پر مرقوم ہے اسی طرح انجیل لوقا ص ۶۲ پر مرقوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اپنے شاگردوں سے دریافت کیا کہ لوگ مجھے کیا کہتے ہیں انھوں نے جواب میں کہا یوحنا بپتسمہ دینے والا اور بعض ایلیا کہتے ہیں اور بعض یہ کہ قدیم نبیوں میں سے کوئی نبی جی اٹھا ہے اس نے ان سے کہا لیکن تم مجھے کیا کہتے ہو، پطرس نے جواب کہا ،، خدا کا مسیح! اس نے ان کو تاکید کر کے حکم دیا کہ یہ کسی سے نہ کہنا اور کہا ضرور ہے کہ ابن آدم بہت دکھ اٹھائے اور بزرگ اور سردار کاہن اور فقیہہ اسے رد کرے اور وہ قتل کیا جائے۔ ص ۶۲

اقول:۔

جب یہ امر یقینی تھا تو پھر اپنے متعلق حقیقتِ حال کے اظہار سے روکنے میں تو کوئی مصلحت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا اظہار ضروری تھا کہ وہ مسیح میں ہی ہوں۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام حضرت یحییٰ سے بڑے تھے؟

اس بشارت میں حضرت یحییٰ کا یہ اعتراف موجود ہے کہ جو میرے بعد آتا ہے میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں ہوں جبکہ حضرت یحییٰ سے خود حضرت عیسیٰ السّلام نے برکت حاصل کی بپتسمہ لیا۔ ملاحظہ ہو انجیل لوقا ص ۵۵ اور عبرانیوں باب ۷۔۸ پر تصریح کر دی گئی ہے کہ اس میں

www.OnlyOneOrThree.com

کلام نہیں کہ چھوٹا بڑے سے برکت پاتا ہے۔"[1]

۱۔ جب سب لوگوں نے بپتسمہ لیا اور یسوع بھی بپتسمہ پا کر دعا کر رہا تھا تو ایسا ہوا کہ آسمان کھل گیا اور روح القدس جسمانی صورت میں کبوتر کی مانند اس پر نازل ہوا اور آسمان سے آواز آئی تو میرا پیارا بیٹا ہے تجھ سے میں خوش ہوں۔ ص ۵۵

۲۔ اور ان دنوں ایسا ہوا کہ یسوع نے گلیل کے ناصرہ سے آ کر یردن میں یوحنا سے بپتسمہ لیا اور جب وہ پانی سے نکل کر اوپر آیا تو فی الفور اس نے آسمان کو پھٹتے اور روح کو کبوتر کی مانند اپنے اوپر اترتے دیکھا۔۔۔ الخ

انجیل مرقس ص ۳۴

۳۔ اس وقت یسوع گلیل سے یردن کے کنارے یوحنا کے پاس اس سے بپتسمہ لینے آیا مگر یوحنا یہ کہہ کر اس کو منع کرنے لگا کہ میں آپ تجھ سے بپتسمہ لینے کا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے۔ یسوع نے جواب میں اس سے کہا اب تو ہونے ہی دے کیونکہ ہمیں اس طرح ساری راستبازی پوری کرنا مناسب ہے اس پر اس نے ہونے دیا اور یسوع بپتسمہ لے کر فی الفور پانی کے پاس سے اوپر گیا اور دیکھو اس کے لیے آسمان کھل گیا اور اس نے خدا کے روح کو کبوتر کی مانند اترتے اور اپنے اوپر آتے دیکھا۔۔۔۔ الخ۔ انجیل متّی ص ۶

۴۔ اور میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں ہوا۔ متی ص ۱۴

۵۔ جب یوحنا کے قاصد چلے گئے تو یسوع یوحنا کے حق میں لوگوں سے کہنے لگا (نا) تو پھر تم کیا دیکھنے گئے تھے؟ کیا ایک نبی کو! ہاں میں تم سے کہتا ہوں بلکہ نبی سے بڑے کو یہ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیرے آگے تیار کرے گا میں تم

سے کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں تو پھر عیسیٰ ابن مریم ان سے بڑا کیونکر ہو سکتا ہے اور جب ان سے بڑا نہیں تو اس بشارت کا مصداق کیونکر ہو سکتا ہے؟

انجیل لوقا ص ۶۰

آنیوالا پیغمبر داؤد علیہ السّلام کی نسل نہیں ہوگا

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہیں جیسے کہ انجیل لوقا ص ۵۵ پر تصریح کر دی گئی ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے آنے والے عظیم پیغمبر کے متعلق خود فرمایا ہے کہ وہ نسل داؤد علیہ السلام سے نہیں ہوں گے۔

۲۔ پھر یسوع نے ہیکل میں تعلیم دیتے وقت یہ کہا کہ فقیہہ کیونکر کہتے ہیں کہ مسیح داؤد کا بیٹا ہے، داؤد نے خود روح القدس کی ہدایت سے کہا ہے، خداوند نے میرے خداوند سے کہا میری داہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے چوکی نہ کر دوں۔ داؤد تو آپ اسے خداوند کہتا ہے پھر اس کا بیٹا کہاں ٹھہرا۔

انجیل مرقس ص ۴۷، انجیل لوقا ص ۷۵، انجیل متی ص ۲۷

www.OnlyOneOrThree.com

کیا حواری روح القدس سے بپتسمہ پانے والے تھے؟

حضرت یحییٰ علیہ السّلام نے فرمایا میں پانی سے تمھیں بپتسمہ دیتا ہوں اور جو میرے بعد آتا ہے وہ تمھیں روح القدس سے بپتسمہ دے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے مخلص حواری بھی اس شرف سے مشرف تھے اور ان کے حق میں یہ اعزاز ثابت ہوتا ہے؟ انجیل لوقا ص ۱۷ پر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے رسولوں کی درخواست اور ان کا جواب ملاحظہ کر لو تو اس رسول کا جواب خود ہی آ جائے گا کہ قطعاً حواریوں میں یہ امتیاز واختصاص نہیں تھا۔

۱ ـــــ رسولوں نے خداوند سے کہا ہمارے ایمان کو بڑھا: خداوند نے کہا اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوتا اور تم اس توت کے درخت سے کہتے کہ جڑ سے اکھڑ کر سمندر میں جا لگ تو تمھاری مانتا مگر تم میں ایسا کون ہے؟ انجیل لوقا ص ۱۷

۲ ـــــ تواریخ بائیبل میں ڈاکٹر ڈبلیو جی بلیکی صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے مردوں میں سے جی اٹھنے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "دوسرا دن سبت کا دن ہے مگر اس میں بھی شاگردوں کے لڑکھڑاتے

ایمان کو کچھ تقویت نہیں پہنچتی جب انھوں نے سنا ہوگا کہ ان کے پرانے ساتھی یہودا نے اپنے تئیں پھانسی دی ہے (جنتے تیس روپے رشوت لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو پکڑوایا تھا) تو ایک ایک کا دل ہیبت سے بھر گیا ہوگا لیکن دوسرے دن کی روشنی میں خداوند کی قبر خالی دکھائی دیتی ہے اور وہ اپنے رسولوں اور شاگردوں پر اسی دن کئی بار ظاہر ہوتا ہے گو اس نے اپنے جی اٹھنے کی خبر پہلے دن تھی تاہم معلوم ہوتا ہے کہ شاگرد اس واقعے کے منتظر نہ تھے کیونکہ ان کا ایمان کمزور تھا۔ (تواریخ بائیبل ص ۵۲۲)

اتنا کمزور کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آخری لمحات کی تاکیدی خبر یہ کہ "میں تیسرے دن جی اٹھوں گا" کا بھی یقین نہ کیا اور زحمت انتظار برداشت نہ کی کیا روح القدس کا بپتسمہ لینے والے ایسے ہوا کرتے ہیں؟

۳ ـــــ یسوع مسیح کے شاگرد پطرس کے متعلق انجیل متی باب ۱۶، ۲۲ پر مرقوم ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنا دکھ اٹھانا اور قتل کیا جانا بیان کیا تو "اس پر پطرس کو الگ لے جا کر ملاقات کرنے لگا کہ اے خداوند خدا نہ کرے یہ تجھ پر ہرگز نہیں آنے کا، اس نے پھر کر پطرس سے کہا۔ اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لیے ٹھوکر کا باعث ہے" کہیے جناب جو اپنے نبی بلکہ خداوند کو ملاقات کرے اور اس کا نبی بلکہ خداوند اس کو شیطان کے لقب سے نوازے اور اپنی بارگاہ سے دور کر دے ایسا شخص کس اہلیت کی بدولت روح القدس سے بپتسمہ یافتہ تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

۴ ـــــ مرقس رسول کے متعلق یہی ڈاکٹر صاحب تواریخ بائیبل کے صفحہ ۵۴۰ پر رقم طراز ہیں۔

"اس جگہ (یسوع علیہ السّلام) مرقس جواب تک ان کے ساتھ تھا یروشلم کو

کیا حواری روح القدس سے بپتسمہ پانے والے تھے؟

حضرت یحییٰ علیہ السّلام نے فرمایا میں پانی سے تمھیں بپتسمہ دیتا ہوں اور جو میرے بعد آتا ہے وہ تمھیں روح القدس سے بپتسمہ دے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے مخلص حواری بھی اس شرف سے مشرف تھے اور ان کے حق میں یہ اعزاز ثابت ہوتا ہے؟ انجیل لوقا ص ۱۷ پر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے رسولوں کی درخواست اور ان کا جواب ملاحظہ کر لو تو اس رسول کا جواب خود ہی آجائے گا کہ قطعاً حواریوں میں یہ امتیاز واختصاص نہیں تھا۔

۱ ـــــ رسولوں نے خداوند سے کہا ہمارے ایمان کو بڑھا: خداوند نے کہا اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوتا اور تم اس توت کے درخت سے کہتے کہ جڑ سے اکھڑ کر سمندر میں جا لگ تو تمھاری مانتا مگر تم میں ایسا کون ہے؟ انجیل لوقا ص ۱۷

۲ ـــــ تواریخ بائیبل میں ڈاکٹر ڈبلیو جی، بلیکی صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے مردوں میں سے جی اٹھنے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "دوسرا دن سبت کا دن ہے مگر اس میں بھی شاگردوں کے لڑکھڑاتے

ایمان کو کچھ تقویت نہیں پہنچتی جب انھوں نے سنا ہوگا کہ ان کے پرانے ساتھی یہودا نے اپنے تئیں پھانسی دی ہے (جنتے تیس روپے رشوت لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو پکڑوایا تھا) تو ایک ایک کا دل ہیبت سے بھر گیا ہوگا لیکن دوسرے دن کی روشنی میں خداوند کی قبر خالی دکھائی دیتی ہے اور وہ اپنے رسولوں اور شاگردوں پر اسی دن کئی بار ظاہر ہوتا ہے گو اس نے اپنے جی اٹھنے کی خبر پہلے دن تھی تاہم معلوم ہوتا ہے کہ شاگرد اس واقعے کے منتظر نہ تھے کیونکہ ان کا ایمان کمزور تھا۔ (تواریخ بائیبل ص ۵۲۲)

اتنا کمزور کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آخری لمحات کی تاکیدی خبر یہ کہ "میں تیسرے دن جی اٹھوں گا" کا بھی یقین نہ کیا اور زحمت انتظار برداشت نہ کی کیا روح القدس کا بپتسمہ لینے والے ایسے ہوا کرتے ہیں؟

۳ ـــــ یسوع مسیح کے شاگرد پطرس کے متعلق انجیل متی باب ۱۶، ۲۲ پر مرقوم ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنا دکھ اٹھانا اور قتل کیا جانا بیان کیا تو "اس پر پطرس کو الگ لے جا کر ملاقات کرنے لگا کہ اے خداوند خدا نہ کرے یہ تجھ پر ہرگز نہیں آنے کا، اس نے پھر کر پطرس سے کہا۔ اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لیے ٹھوکر کا باعث ہے" کہیے جناب جو اپنے نبی بلکہ خداوند کو ملاقات کرے اور اس کا نبی بلکہ خداوند اس کو شیطان کے لقب سے نوازے اور اپنی بارگاہ سے دور کر دے ایسا شخص کس اہلیت کی بدولت روح القدس سے بپتسمہ یافتہ تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

۴ ـــــ مرقس رسول کے متعلق یہی ڈاکٹر صاحب تواریخ بائیبل کے ص۵۴ پر رقم طراز ہیں۔

"اس جگہ (مسیح علیہ السّلام) مرقس جواب تک ان کے ساتھ تھا یروشلم کو

www.OnlyOneOrThree.com

چلا گیا شاید اس لیے کہ جب اس نے دیکھا کہ پولوس اور برنباس پملایہ کے جنگلوں اور صحراؤں میں گھسنا چاہتے ہیں تو وہ ڈر گیا اور ضعف ایمان کے سبب واپس چلا گیا۔"

جب رسول کا ایمان ہی ضعیف ہے اور فرض تبلیغ حضرت مسیح کی تاکید در تاکید کے باوجود ادا کرنے سے قاصر ہے تو دوسروں کا حال کیا ہوگا؟

؎ قیاس کن زگلستان من بہار مرا

۵ ـــــ تواریخ بائیبل ص ۵۴۵ پر پولوس کی تعلیم کو درست اور وزنی قرار دیتے ہوئے اور پطرس رسول کی راستبازی کے معیار میں لغزش کھانے کا ذکر کرتے ہوئے کہا "یہ تعلیم شاید پولوس رسول کی تصانیف میں ایسی توضیح و توسیع کے ساتھ بیان نہ کی جاتی اگر یہودی خیالات کے استاد "نادان گلتیوں" کو اپنی جادو بھری باتوں سے بہکانے کو سرپا نہ ہوتے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر مقدس پطرس لغزش نہ کھاتا تو شاید یہ تعلیم ایسی وضاحت کے ساتھ بیان نہ کی جاتی"، گویا مقدس پطرس بھی یہودیوں کا ہمنوا ہو گیا اور اس غلطی کا مرتکب ٹھہرا اور یہوداہ اسکریوطی کا یہودیوں سے گٹھ جوڑ اور اپنے رسول کو سولی دلانا تو کون بھول سکتا ہے؟

۶ ـــــ یہی ڈاکٹر صاحب اسی تواریخ بائیبل کے ص ۵۴۶ پر پولوس اور برنباس کی علیحدگی کا سبب بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

کچھ عرصہ انطاکیہ میں قیام کرنے کے بعد پولوس نے برنباس سے کہا کہ ہم پھر دورہ کریں اور جن کلیساؤں کو ہم نے قائم کیا ہے انھیں دیکھیں اور مضبوط کریں۔ لیکن اس موقع پر ان کے درمیان نا اتفاقی سی ہو گی اور وجہ اس کی یہ ہوئی کہ برنباس اپنے بھانجے مرقس کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن

پولوس اس پر پورا پورا تکیہ نہ کرتا تھا کیونکہ پہلے سفر میں پمفولیہ میں اس نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اس نا اتفاقی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں مشنریوں نے جدا جدا راستہ اختیار کیا۔ برنباس اور مرقس کپرس کو چلے گئے اور پولوس سیلاس کو اپنے ساتھ لے کر ایشائے کوچک میں دور دور تک گھومتا پھرتا رہا۔ نوشتوں میں ایسے واقعات کا جو ان بزرگوں کے نقص پیش کرتے ہیں درج کیا جانا انجیلی بیان کی سچائی اور تاریخ کی صداقت کا پختہ ثبوت ہے۔ تواریخ بائیبل ص ۵۴۶

لیکن انہی نقائص کا بیان اہل اسلام کے لیے اس حقیقت کا واضح برہان ہے کہ حضرت یحیٰی کا یہ فرمان سیدالرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا واضح اعلان ہے جن کے غلاموں نے یقین کامل کے ساتھ صحراؤں اور بیابانوں کو گھوڑوں کے سموں سے روند ڈالا اور دریاؤں سمندروں کے خشک رستے وصول کر لیے اور قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت کو روند ڈالا یقیناً روح القدس کی تائید و نصرت انہی کو حاصل ہوئی اور اس حقیقت کا ناقابلِ تردید بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواری اور شاگرد اور رسول اس کا مصداق نہیں ہیں۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گیہوں بھوسی میں امتیاز کیا اور بھوسی کو جلایا!!!؟

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اس بشارت میں آنے والے مسیح کے متعلق فرمایا گیا ہے ،، اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا اور اپنے گیہوں کو تو کٹھے میں جمع کرے گا مگر بھوسی کو اس آگ میں جلائے گا جو بجھنے کی نہیں "

اس عبارت پر غور کریں تو صاف طور پہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنیوی زندگی میں ظاہر ہونے والی وہ علامات ہیں جو آنے والے پیغمبر کو ممتاز کرتی ہیں ۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلقین میں ایسے کسی امتیاز کو ظاہر نہیں فرمایا اور مومن و منافق اور مخلص و ریاکار میں قطعاً امتیاز نہیں فرمایا بلکہ یہودا اسکریوطی جیسا بدبخت اور منافق بھی حواریوں میں آخر دم تک شامل نظر آتا ہے اسی طرح مخالفین یہودا اور دیگر منکرین کے ساتھ آپ نے کسی قسم کا تعرض نہیں فرمایا بلکہ خود ان کے ظلم وستم کا خزانہ بن گئے اور سولی پہ چڑھا دیئے گئے اور آپ پر اس وقت از روئے کتاب مقدس ایسا اضطراب طاری تھا اور ایسی گھبراہٹ کہ ،، ایلی ایلی لما شبقتنی ،، جیسے کلمات زبان سے نکلنے لگے جو ایک عام مومن بھی آزمائش کے موقع پر استعمال

کرے تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے یعنی اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

(ملاحظہ ہو انجیل متی ص ۳۳ و انجیل لوقا ص ۵۰)

ذرا غور سے ان کلمات کو پڑھیے یہ سوال نہیں کہ کیا تو نے مجھے چھوڑ دیا بلکہ کیوں چھوڑ دیا جس کا مطلب واضح ہے کہ مجھے تو نے چھوڑ تو دیا ہے مگر اس کی وجہ تو بتلا کیا جس نبی کو خدا چھوڑ دے وہ نبی رہ سکتا ہے اور جس کا اپنے خدا کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اس نے مجھے چھوڑ دیا ہے وہ اس کے ہاں کسی مقام و مرتبہ پہ فائز ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے ؟

الغرض اس عبارت کا مصداق صرف نبی امی فداہ ابی و امی ہی ہو سکتے ہیں جنھوں نے اخلاص و نفاق اور اسلام و کفر میں واضح حد بندی فرمادی اور جنگ کی آگ میں مخالفین کو جلا دیا اور اسی راہ سے جہنم میں داخل کر دیا جس طرح کہ ارشاد خداوندی ہے " مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ .. اللہ تعالیٰ کو یہ زیبا نہیں کہ تمھیں اس اختلاط والی حالت میں رکھے جس پہ کہ تم اب ہو بلکہ وہ فیصلہ کر چکا ہے کہ خبیثوں کو پاک لوگوں سے الگ کرے اور یوم بدر کو اسی لیے یوم فرقان سے تعبیر فرمایا کہ اس نے حق و باطل میں واضح فرق بھی کیا اور کفر کی کمر توڑ کر رکھ دی۔

رہا یہ شبہ کہ چھاج سے مراد شریعت ہے اور کھتے سے مراد جنت اور نہ بجھنے والی آگ دوزخ ہے لیکن یہ توجیہہ اس لیے غلط ہے کہ ایسا چھاج تو ہر پیغمبر کے ہاتھ میں تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا تخصیص ؟ اور جس طرح جزا و سزا میں دوسرے پیغمبر مستقل نہیں تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مستقل نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع۔ پھر اس چھاج سے دنیا میں لوگوں کو کیسے حتمی علم ہو سکتا ہے کہ آنے والا پیغمبر جس کی بشارت بلکہ تمنا حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہما السلام کے زمانہ سے ہو رہی ہے وہ یہ ہی ہیں ۔

www.OnlyOneOrThree.com

حبقوق اور موسیٰ علیہ السّلام کی طرف سے بشارت، قدوس کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔

استثناء تورات باب ۳۳ ص ۲۰۱ پر موسیٰ علیہ السّلام کا فرمان اس طرح منقول ہے ,,خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا وہ کوہ فاراں سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں آیا، اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشی شریعت تھی وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا . . . الخ

اور حبقوق نبی کی دعا اس طرح منقول ہے ۔ ملاحظہ ہو حبقوق باب ۲، ۳، ۴ صفحہ ۸۷

اے خداوند اسی زمانہ میں اپنے کام کو بحال کر اسی زمانہ میں اس کو ظاہر فرما خدا یمانی سے آیا اور قدوس کوہِ فاراں سے اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلتی تھیں اور اس میں اس کی قدرت نہاں تھی، وبا اس کے آگے چلتی تھی اور آتشی تیر اس کے قدموں سے نکلتے تھے وہ کھڑا ہوا اور زمین تھرا گئی اس نے نگاہ کی اور قومیں پراگندہ ہو گئیں ۔ ازلی پہاڑ پارہ پارہ ہو گئے، قدیم ٹیلے جھک گئے، اس کی راہیں ازلی ہیں ۔ ص ۸۷۸

کوہِ فاراں مکہ مکرمہ کا پہاڑ ہے جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان توحید و رسالت فرمایا اور لوگوں کو آتشی شریعت دی جس نے ماننے

والوں کو تو کندن بنایا اور مخالفین کو بھسم کر دیا اور تیروں، تلواروں کے ذریعے قوموں کو پراگندہ کیا اور ارضِ فارس لرز اٹھی ۔

جبکہ اس شریعت کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا نقشہ انجیل سے ہی ملاحظہ کریں ۔ انجیل متی ص ۸

,,تم سن چکے کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہیے تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا ۔

کیا اس تعلیم کو آتشی شریعت کہا جا سکتا ہے اور اس نبی کے متعلق یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ اس کے قدموں سے آتشی تیر نکلے تھے اور زمین اس کے کھڑے ہونے سے تھرا گئی علاوہ ازیں اس میں تینوں مراکز رشد و ہدایت کو الگ الگ بیان کر دیا گیا ۔ سینا جہاں سے موسیٰ علیہ السّلام کو اعزازِ کلیمی عطا ہوا اور تورات جیسی عظیم کتاب اور کوہِ شعیر جہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا سلسلۂ رشد و ہدایت شروع ہوا اور کوہِ فاراں جہاں سے قرآنِ کریم جیسی ابدی کتاب کا ظہور ہوا اور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ابدی شریعت، لہٰذا کسی التباس و اشتباہ کی اس امر میں گنجائش ہی نہیں کہ حضرت یحییٰ کے فرمان کا مصداق بھی صرف اور صرف خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ کی اس بشارت اور حبقوق پیغمبر کے اس رویہ کا حضرت اسماعیل علیہ السّلام اور ان کی نسل کا فاران کے علاقہ میں ہونا عہد نامہ قدیم پیدائش کے ص ۲۰ کی اس آیت سے واضح ہے ,, خدا اس

www.OnlyOneOrThree.com

دنیا کا سردار آتا ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو ایک عظیم ہستی کے رونما ہونے اور دنیا پر قدم رنجہ فرمانے کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

۱ ـــــ میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ (انجیل یوحنا ص ۹۹)

۲ ـــــ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہیں کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ ص ۹۹

۳ ـــــ لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روحِ حق جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔

(انجیل یوحنا ص ۱۰۰)

۴ ـــــ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے ... فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہیں آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ ص ۱۰۱

۵ ـــــ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کی

www.OnlyOneOrThree.com

لڑکے کے ساتھ تھا وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا لہٰذا اس بشارت کا مصداق صرف اور صرف رسولِ معظم علیہ السلام ہیں جو مظہر ذات وصفات خداوند ہو کر فاران سے جلوہ گر ہوئے۔ والحمدللہ

برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھلائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

ان پانچ عبارات کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام خود اس امر کے معترف ہیں کہ میرے بعد دنیا کا سردار آتا ہے اور میرے اندر ان کے کمالات و خصائص میں سے کوئی کمال اور خصوصیت موجود نہیں ہے اور وہ جو کچھ فرمائیں گے زبان اگرچہ ان کی ہوگی مگر کلام ان کا نہیں ہوگا (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى) اور وہ تمہیں غیب کی خبریں تبلائیں گے (وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ) لہٰذا حضرت یحییٰ علیہ السّلام کی اس بشارت کا حقیقی ... مصداق بھی سرور انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں تاکہ دونوں پیغمبران کرام کی بشارت میں توافق و اتحاد پیدا ہو جائے اور کوئی ایک دوسرے کی تکذیب کا موجب نہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

عیسائیوں کی تاویل اور اس کا رد

رہ گئی پادری صاحبان کی یہ توجیہہ کہ یہاں روح القدس کے آنے کی بشارت ہے نہ کہ کسی دوسرے پیغمبر کی یعنی اس کا حواریوں پر نزول ہوگا اور وہ اپنی طرف سے نہ کلام کرے گا بلکہ جو سنے گا کہے گا وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہم پوچھتے ہیں

۱ــــــ کہ جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السّلام زمین پر رہے اس وقت تک جبرائیل امین اور روح القدس نے زمین پر قدم نہیں رکھا تھا۔

۲ــــــ کیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے افضل تھے اور ان کا کوئی کمال آپ میں موجود نہیں تھا جن کو اللہ تعالیٰ سے متحد مانا جاتا ہے اور جو تثلیث فی الوحدۃ کے عقیدہ کی روح اور جان ہیں ان سے روح القدس مرتبہ میں زائد کیونکر ہو سکتے ہیں۔

۳ــــــ روح القدس کا نزول حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر نہ ہوا اور حواریوں پر ہو کیونکہ آپ فرماتے ہیں میرے بعد آتا ہے اور جب تک میں نہیں جاؤں گا وہ نہیں آئے گا تو اس سے حواریوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے بھی افضل ہونا لازم آئے گا۔

۴ــــــ حضرت عیسیٰ کو غیب کی وہ خبریں معلوم نہ ہوں جو روح القدس

www.OnlyOneOrThree.com

حواریوں کو تبلائیں تو علمی لحاظ سے روح القدس اور حواری سبقت لے گئے حالانکہ عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السّلام میں اللہ تعالیٰ کا عنصر علم منتقل ہوا تھا جس سے ابن اللہ ہونے کا شرف ان کو حاصل ہوا تو پھر جبرائیل کے علم کا ان میں نہ ہونا کیونکر متصور ہو سکتا ہے اور حواریوں کو روح القدس کی طرف سے وہ علوم کیونکر القاء کیے جا سکتے ہیں جو ان کے نبی ورسول میں نہیں تھے نبی کی امت پر اصل فوقیت علم کے اعتبار سے ہوتی ہے جب وہ بھی نہ رہی تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو کیونکر افضل کہہ سکیں گے اور جب ان کے حواری ان سے افضل ہو گئے تو حضرت یحییٰ پیغمبر کا یہ کہنا کیونکر درست ہوگا کہ میں عیسیٰ بن مریم کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کی لیاقت نہیں رکھتا۔

۵ ——— نیز حضرت یحییٰ علیہ السّلام کے متعلق انجیل لوقا ص ۵۲ پر تصریح موجود ہے کیونکہ "وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہوگا اور ہرگز مئے نہ کوئی اور شراب پیئے گا اور اپنی ماں کے بطن سے ہی روح القدس سے بھر جائے گا ..... الخ"

جب آپ بچپن سے اس شان کے مالک تھے تو دنیا کے سردار کیوں نہ بنے اور ان صفات کے ساتھ موصوف کیوں نہ ہوئے جن کے متعلق حضرت عیسیٰ آنے والی ہستی کو موصوف تبلا رہے تھے اور حواریوں کو جو شرف حاصل ہو گیا وہ آپ کو کیونکر حاصل نہ ہو سکا لہذا یہ توجیہہ لغو ہے اور ناقابلِ قبول۔

۶ ——— علاوہ ازیں آپ فرماتے ہیں دنیا کا سردار آتا ہے اور دنیا کا سردار وہی ہوگا جو اس دنیا میں ظہور پذیر ہو اور دنیا کی مخلوق اس کو دیکھے

اور اس کا کلام اس کے احکام سے جو صرف حواریوں کو دکھائی دے اور انھیں کو وحی والہام کرے وہ دنیا کا سردار کیسے کہلائے گا وہ نہ دنیا کا خالق نہ اس کا مالک نہ اس میں متصرف پھر سردار ہونے کا کیا معنی ؟

۷ ——— نیز اگر روح حق اور روح القدس دنیا کا سردار تھا اور کمالات عیسوی کو اس کے کمالات سے کوئی نسبت نہیں تھی تو حواریوں اور رسولوں کو فیض روح القدس حاصل کرنے کے بعد اس کی عظمت ظاہر کرنی چاہیئے تھی مگر انھوں نے جو کمال اور معجزہ وخرق عادت دکھلایا اس کی نسبت حضرت عیسٰی کی طرف کی مثلاً پطرس کا جنم کے لنگڑے کو درست کرنا اعمال باب ۳ پر مذکور ہے " مگر اس نے درست کرتے وقت جو کلمات کہے وہ یہ ہیں مسیح ناصری کے نام سے چل پھر اسرائیلیوں کے سامنے جب اس نے تقریر کی تو اس نے یوں کہا " ابراہام اور اضحاق اور یعقوب کے خدا یعنی ہمارے باپ داؤد کے خدا نے اپنے خادم یسوع کو جلال دیا (تا) اسی کے نام نے اس ایمان کے وسیلہ سے جو اس کے نام پر ہے اس شخص کو مضبوط کیا جسے تم دیکھتے اور جانتے ہو "

اسی طرح اعمال باب ۴ میں سرداروں، کاہنوں اور فقیہوں کی مجلس میں یروشلم کے اندر پطرس نے ان کے اس سوال کے جواب میں کہ تم نے یہ کام کس قدرت اور کس نام سے کیا ؟ تو اس نے کہا اے امت کے سردار اور بزرگو آج ہم سے اس احسان کی بابت باز پرس کی جاتی ہے جو ایک ناتواں آدمی پر ہوا کہ وہ کیونکر اچھا ہو گیا تو تم سب اور اسرائیل کی ساری امت کو معلوم ہو کہ یسوع مسیح ناصری جس کو تم نے مصلوب کیا اور خدا نے مردوں سے جلایا اسی کے نام سے یہ شخص تمہارے سامنے تندرست کھڑا ہے۔ ملاحظہ ہو اعمال ص ۱۱۰

اسی طرح جب حواریوں اور عیسیٰ علیہ السلام کے رسولوں کے خلاف اسرائیلیوں
کاہنوں اور سرداروں نے تشدد شروع کیا تو انھوں نے جو اجتماعی دعا کی اس
کے الفاظ بھی سنتے جائیے: اعمال باب ۴، ۲۹
"اب اے خداوند ان کی دھمکیوں کو دیکھ اور اپنے بندوں کو یہ توفیق دے
کہ وہ تیرا کلام کمال دلیری کے ساتھ سنائیں اور تو اپنا ہاتھ شفا دینے کو بڑھا
اور تیرے پاک خادم یسوع کے نام سے معجزے اور عجیب کام ظہور میں آئیں"
الغرض ہر مقام پر رسولوں نے عجیب کاموں کی نسبت یسوع علیہ السلام
کے نام کی طرف کی ہے جس سے صاف ظاہر کہ ان کے تمام کمالات اور معجزات
وغیرہ اسی نام کا صدقہ تھے اور یہی نام ان کے لیے بمنزلے کلمہ کن کے تھا تو پھر
دنیا کا وہ سردار جو حضرت یسوع سے بھی افضل اور بالاتر تھا اس نے کیا کیا اور
کونسا کمال ظاہر کیا۔ نہ براہِ راست اس کا کوئی کمال کسی نے دیکھا اور نہ ان
رسولوں نے اس کا مظہر بن کر کہا کہ ہمارا یہ کمال دراصل روح القدس کا کمال
ہے جس طرح رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر و حنین میں کنکریوں کی مٹھی
کفار کی طرف پھینکی اور وہ بدحواس ہو کر بھاگے مگر قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ
یہ فعل ان کا اپنی ذاتی حیثیت میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا مظہر ہونے کی حیثیت
سے ہے "وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ" لہٰذا رسولوں کا
یہ طرز عمل اور یہ تعلیم اس امر کی شاہد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ان ارشادات
میں روح القدس یعنی جبرئیل کی خبر نہیں بلکہ جبرئیل کے بھی مخدوم و مولیٰ
اور سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی خوشخبری ہے
۸ ــــ نیز اگر روح القدس کے نزول کی خبر دینا مقصود ہوتی تو
اس طرح کیوں فرماتے کہ میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا

مددگار بخشے گا، جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا کیونکہ دوسرا مددگار وہی کہلا
سکتا ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہو کہ پہلے وہ مددگار تھے اب جاتے
جاتے دوسرے کا انتظام فرما گئے لیکن روح القدس تو ان پر بھی نازل ہوتا رہا
اور ان کے واسطہ سے حواریوں اور رسولوں کی بھی تو جو پہلے سے ان کا مددگار
تھا اس کو دوسرا مددگار کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ اور صرف حواریوں
کے لیے نہیں بلکہ پہلے تمام پیغمبران کے لیے روح القدس کی یہ امداد جاری رہی
اور رہیگی جیسے کہ پطرس رسول نے حواریوں اور رسولوں کے نزول روح القدس
سے مخموری والا ہوشی کی حالت میں ہو جانے اور لوگوں کے ان کو نشہ سے چور
سمجھنے کی وجہ سے پکار کر کہا بات اس طرح نہیں جو تم سمجھتے ہو بلکہ یہ وہ بات
ہے جو یوئیل نبی کی معرفت کہی گئی ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ آخری دنوں میں ایسا
ہوگا کہ میں اپنی روح میں سے ہر بشر پر ڈالوں گا اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیٹیاں
نبوت کریں گی اور تمہارے جوان رویا اور تمہارے بڈھے خواب دیکھیں گے بلکہ میں
اپنے بندوں اور اپنی بندیوں پر بھی ان دنوں اپنی روح میں سے ڈالوں گا اور
وہ نبوت کریں گی (اعمال باب ۲، ۱۶، ۱۸)۔ تو یہ مددگار ایک ہی ہے
جو ہر دور میں ہر پیغمبر کے ساتھ رہا ہے لہٰذا اس کو دوسرا مددگار کہنا بھی غلط
اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں کہنا بھی قطعاً غلط ہوگا بلکہ یہ عبارات اسی صورت
میں درست ہو سکتی ہیں جبکہ ایک عظیم الشان پیغمبر کے تشریف لانے کی خبر
دی جا رہی ہو۔
۹ ــــ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اس مددگار کا ابد تک ساتھ رہنا
بیان کیا گیا ہے جب حواری اور رسول آپ ابدی نہیں تھے تو وہ مددگار ابد تک
ان کے ساتھ کیسے ہو سکتا تھا اس سے صاف ظاہر کہ مراد صرف حواری اور

www.OnlyOneOrThree.com

رسول عیسیٰ علیہ السلام نہ تھے بلکہ پوری امت اور نسل انسانی مراد تھی اور اس عبارت میں آنے والے رسول کی ابدیت رسالت اور دوام شریعت اور ناقابل نسخ تعلیم کا بیان ہے اور یہ بات صرف دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تعلیمات اور آپ کی نبوت و رسالت پر ہی صادق آتی ہے۔

۱۰۔ منشاء غلطی

عیسائی برادری کو غلطی یہاں سے لگتی ہے کہ کلام عیسیٰ علیہ السلام میں چونکہ آنے والی ہستی کو روح الحق سے تعبیر کیا گیا ہے لہٰذا اس سے مراد کوئی انسان اور بشر کیونکر ہو سکتا ہے؟ لیکن یہ بنیاد بالکل ضعیف اور ناقابل اعتذار ہے کیونکہ۔

(۱) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انسان بشر اور ابن مریم ماننے کے باوجود روح اللہ تسلیم کرتے ہیں تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم انسانی اور بشری حالت میں ہوتے ہوئے روح حق کیوں نہیں کہلا سکتے بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ جب روحانیت کا غلبہ ہو اور بشری تقاضے مغلوب بلکہ کالعدم ہو جائیں تو بشر کو روح کہنا بالکل درست ہوتا ہے اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ کہلائے اور پیغمبر آخر الزماں علیہ السلام بھی روح حق کہلائے

(۲) نیز حیات ابدان کا دارومدار روح پر ہوتا ہے اور حیات قلوب اور ارواح کا دارومدار تعلیمات نبوت و رسالت پر لہٰذا پیغمبر نسل انسانی کے لیے بمنزلہ روح کے ہوا جو ان کو روحانی اور قلبی حیات سے مشرف کرتا ہے بلکہ ابدی اور غیر فانی حیات سے بہرہ ور کرتا ہے اور چونکہ پیغمبر آخر الزماں کی تعلیم ابدی تھی اور جامع ترین اور سب شرائع سے اکمل شریعت آپ کی تھی

تو آپ روح الحق قرار پائے۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک

(۳) علاوہ ازیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس اور آپ کے نور انور کا تمام مخلوق سے ساٹھ ہزار سال پہلے پیدا کیا جانا ثابت ہے جیسے کہ انجیل برنباس سے اس کے حوالے پیش کیے جائیں گے اور اہل اسلام کے نزدیک بھی کتاب و سنت کی روشنی میں یہ حقیقت مسلم ہے لہٰذا اس امتیازی شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور اس سبقت خلق و ایجاد کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کو روح حق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس بنیاد پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بشارت کا مصداق نہ بنانا بالکل غلط ہے اور ناقابل التفات و اعتبار،

لہٰذا یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ دنیا کا سردار جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی وہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے زمین میں خدا تعالیٰ کے دین اور اس کی الوہیت کا اعلان کر کے اور جہاد کے ذریعے مخالفین کا صفایا کر کے حکومت قائم فرمائی اور اس کے غلاموں نے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ کر ان کے دین کو شرق و غرب اور شمال و جنوب تک پہنچایا اور اسلام کی عظیم سلطنت کی بنیاد ڈالی جس میں چودہ سو سال سے منبروں اور میناروں پر اشہد ان محمد رسول اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور امی ہونے کی وجہ سے محض تعلیم الٰہی سے کلام فرمایا اور ایسے غیوب بیان فرمائے جو پہلی کسی آسمانی کتاب میں نہیں اور نہ کسی نبی نے اپنی امت پر ان کا انکشاف کیا اور جملہ کمالات میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران کرام سے ممتاز و منفرد ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک

۱۱ ـــــ انجیل یوحنا سے نقل کردہ چوتھی عبارت میں اس طرح کہا

www.OnlyOneOrThree.com

گیا ہے، وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا اور عربی انجیل مطبوعہ لندن آکسفورڈ ۱۸۷۱ء میں یہ الفاظ ہیں "ومتی جاء ذلک یبکت العالم علی خطیئۃ وعلی بر وعلے دینونۃ" الخ سادس عشر ص ۱۷۸

یعنی جب وہ روح حق آئے گا تو سارے عالم کو سرزنش کرے گا گناہ اور نیکی اور راستبازی پر اور تبکیت و توبیخ ہم معنی ہیں اور قصور وار ٹھہرانے کا مطلب ہے تادیبی کارروائی کیونکہ عنداللہ مجرم ہونا تو ہر عالم و مبلغ بیان کر سکتا ہے یہ کوئی امتیازی خصوصیت نہیں ہے۔ امتیازی خصوصیت ہے تو عملاً شریعت کو نافذ کرنا اور خلاف ورزی پر سزا دینا اور یہ خصوصیت نہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام میں تھی اور نہ ہی ان کے حواریوں میں بلکہ ان کا دائرہ کار صرف تبلیغ اور زبانی وعظ و نصیحت تک محدود تھا، عیسیٰ علیہ السّلام کا اپنا فرمان انجیل یوحنا باب ۱۲۔ ۴۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اگر کوئی میری باتیں سن کر ان پر عمل نہ کرے تو میں اس کو مجرم نہیں ٹھہراتا کیونکہ میں دنیا کو مجرم ٹھہرانے نہیں آیا بلکہ دنیا کو نجات دینے کے لیے آیا ہوں۔ جو مجھے نہیں مانتا اور میری باتوں کو قبول نہیں کرتا اس کا ایک مجرم ٹھہرانے والا ہے یعنی جو کلام میں نے کیا آخری دن وہی اسے مجرم ٹھہرائے گا کیونکہ میں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ باپ جس نے مجھے بھیجا اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ کیا کہوں اور کیا بولوں" انتہیٰ

اور حواری و رسل بھی صرف تبلیغی دورے کرتے رہے نہ ان کی حکومت قائم ہوئی اور نہ حدود و تعزیرات کا نظام انھوں نے قائم کیا بلکہ لوگوں کو گناہ سے بے خوف اور نڈر بنانے کے لیے کفارہ کا عقیدہ گھڑ لیا کہ حضرت عیسیٰ ہمارے

www.only1or3.com

گناہوں کا کفارہ بننے کے لیے سولی پر چڑھے لہذا گناہوں سے گھبرانے کی ضرورت ہی نہیں تو ایسی صورت میں یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ ان بشارات کا مصداق نہ حواری و رسل ہیں نہ ان پر اترنے والا روح القدس بلکہ وہ پیغمبر جس نے حدود و تعزیرات کا نظام نافذ کیا اور گناہوں کا قوت وطاقت سے سد باب کیا اور وہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام حضرت یحییٰ علیہ السّلام کے بعد آئے

حضرت یحییٰ (یوحنا) کی بشارت میں ہے جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے اور میں اس کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق نہیں مگر جب ہم تاریخ پیدائش کو دیکھتے ہیں تو بعد آنے کا تخیل ناقابلِ قبول ٹھہرتا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام صرف چھ ماہ بعد اس دنیا پر قدم رنجہ فرما ہو جاتے ہیں صرف اس فرق کے پیشِ نظر ان کا اپنی نبوت کے سارے زمانہ میں یہی کہتے رہنا جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے۔ ناقابلِ فہم اور ناقابلِ تسلیم بات ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تواریخ بائیبل میں ڈاکٹر بلیکی صاحب نے "یوحنا کی پیدائش کی خبر" اور "مسیح کی پیدائش کی خبر" یہ دو عنوان قائم کیے اور لکھا "اس فرشتے (جبرائیل) نے زکریا کو خبر دی کہ تیرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا" چھ مہینے گزر جاتے ہیں اور وہی فرشتہ جو حضرت زکریا کو دکھائی دیتا تھا پھر اسی قسم کی انجام دہی کے لیے ایک شمالی شہر کی طرف بھیجا جاتا ہے ایک دور دراز شہر ہیں جس کا نام ناصرت ہے اور جلیل کے پہاڑوں سے چھپا ہوا ہے ایک عبرانی خاتون مریم رہتی ہے (دتا) اسی خاتون کے پاس فرشتہ آتا ہے اور

www.OnlyOneOrThree.com

ایسے ایسے الفاظ میں سلام کرتا ہے جن سے اس کی زندگی کی عظیم فضیلت ظاہر ہوتی ہے لیکن یہ غریب عورت ڈر جاتی ہے، کیا اس اعلان کا یہ مطلب ہے کہ وہ اپنے خاندان کی قدیم عزت اور مرتبہ پر بحال کی جائے گی؟ نہیں، اس کا یہ مطلب ہے کہ اس سے ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جس کا نام یسوع ہوگا۔ ص ۴۸۲۔

آئیے اس ضمن میں انجیل لوقا کا مطالعہ بھی کرتے چلیں تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے۔

"فرشتہ نے اس سے کہا اے زکریا! خوف نہ کر کیونکہ تیری دعا سن لی گئی ہے۔ اور تیرے لیے تیری بیوی الیشبع سے بیٹا پیدا ہوگا تو اس کا نام یوحنا رکھنا اور تجھے خوشی و خرمی حاصل ہوگی اور بہت سے لوگ اس کی پیدائش کے سبب سے خوش ہوں گے کیونکہ وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہوگا اور ہرگز نہ مے نہ کوئی اور شراب پیئے گا اور اپنی ماں کے بطن ہی سے روح القدس سے بھر جائے گا۔ (دتا) ان دنوں کے بعد اس کی بیوی الیشبع حاملہ ہوئی اور اس نے پانچ مہینے تک اپنے تئیں یہ کہہ کر چھپائے رکھا کہ جب خداوند نے میری رسوائی لوگوں میں سے دور کرنے کے لیے مجھ پر نظر کی، ان دنوں اس نے میرے لیے ایسا کیا، چھٹے مہینے میں جبرئیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا (دتا) فرشتہ نے اس سے کہا اے مریم! خوف نہ کر۔ کیونکہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام یسوع رکھنا۔ (دتا) اور دیکھ تیری رشتہ دار الیشبع کے بھی بڑھاپے میں بیٹا ہونے والا ہے۔ اور اب اس کو جو بانجھ کہلاتی تھی، چھٹا مہینہ ہے کیونکہ جو قول خدا کی طرف سے ہے وہ ہرگز بے تاثیر نہیں ہوگا۔

(انجیل لوقا۔ ص ۵۲)

اس طویل اقتباس سے یہ حقیقت کھُل کر سامنے آگئی کہ ان دونوں حضرات میں صرف چھ ماہ کا فرق ہے اور اس قلیل فرق کے ہوتے ہوئے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا تمام تبلیغی عرصہ میں یہی اعلان کرتے رہنا کہ جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے وغیرہ وغیرہ، ناقابلِ فہم ہے۔

www.Only1Or3.com

کیا حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی مقام سے بے خبر تھے؟

www.Ghulamahmed.com

اس قسم کا اعلان اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ حتمی اور قطعی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ نبی موعود یہی ہیں یا کوئی اور۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب بشارت دینے والا ہی نہ پہچان سکے کہ جس کی بشارت میں دیتا ہوں وہ کون ہے اور موجود ہو چکا ہے یا نہیں؛ تو دوسروں کو کیا پہچان ہو سکتی ہے اور ایسی صورت میں بشارت دینے اور دلانے کا کوئی مقصد بھی نہیں ہو سکتا۔ مگر ہم آپ کو انجیل لوقا کے حوالے سے ہی بتلاتے ہیں کہ حضرت یحییٰ والدہ ماجدہ کے پیٹ میں ہوتے ہوئے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جانتے پہچانتے تھے جبکہ وہ بھی ابھی حضرت مریم کے بطن اقدس میں تھے۔ (انجیل لوقا، ص ۵۲ کی عبارت ملاحظہ ہو)

"ان ہی دنوں مریم اٹھی اور جلدی سے پہاڑی ملک میں یہوداہ کے ایک شہر کو گئی اور زکریا کے گھر میں داخل ہو کر الیشبع کو سلام کیا اور جونہی الیشبع نے مریم کا سلام سنا تو ایسا ہوا کہ بچہ اس کے رحم میں اچھل پڑا اور الیشبع روح القدس سے بھر گئی۔ اور بلند آواز سے پکار کر کہنے لگی کہ تو عورتوں میں مبارک اور تیرے رحم کا پھل مبارک ہے اور مجھ پر یہ فضل کہاں سے ہوا کہ میرے خداوند کی ماں میرے پاس آئی۔ کیونکہ دیکھ، جونہی تیرے سلام کی آواز میرے کان میں پہنچی، بچہ مارے خوشی کے

میرے رحم میں اچھل پڑا۔"

جب بطنِ مادر میں ہوتے ہوئے ان کا مرتبہ و مقام معلوم کر لیا اور ان کی آمد پر خوشی اور مسرت سے رحم مادر میں اچھل رہے تھے اور الیشبع کو بھی معلوم ہو گیا کہ مریم کے بطنِ اقدس والا کس قدر مقدس ہے تو پھر آخر عمر تک ایسے مبہم اعلان کا کیا مطلب ؟ بلکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی موجودگی میں یہ اعلان کہ جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے۔ گویا ان کے ان صفات کا حامل ہونے کا انکار ہے اور لوگوں کو ان کے متعلق مغالطہ دینے کے مترادف ہے اگر وہ واضح طور پر یہ اعلان کرتے رہتے کہ ان صفات کے حامل حضرت عیسٰی ابن مریم ہیں تو لوگوں کو صحیح صورتِ حال سمجھ میں آجاتی اور گمراہی سے بچ جاتے اور یہ حوالہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت یحییٰؑ نے جیل میں ہوتے ہوئے جہاں سے ان کو چند روز کے بعد نکال کر شہید کر دیا گیا تھا اپنے خادموں کے ذریعہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آنے والا مسیح تو ہی ہے یا ہم کسی دوسرے کی راہ دیکھیں۔

(انجیل لوقا۔ ص ۵۹، اور انجیل متی ص ۱۴)

کیا حضرت یحییٰ علیہ السّلام نے حضرت عیسیٰؑ کو

اس بشارت کا مصداق سمجھا؟

www.only1or3.com

ہوسکتا ہے کوئی پادری صاحب انجیل یوحنا کا حوالہ پیش کر کے مغالطہ دیں، کہ حضرت یحییٰؑ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق صاف صاف کہہ دیا تھا کہ آنے والا پیغمبر یہی ہے۔

"یہ وہی ہے جس کی بابت میں نے کہا تھا کہ ایک شخص میرے بعد آتا ہے جو مجھ سے مقدم ٹھہرا ہے کیونکہ وہ مجھ سے پہلے تھا اور میں تو اسے پہچانتا نہ تھا مگر اس لیے پانی سے بپتسمہ دیتا آیا ہوں کہ وہ اسرائیل پر ظاہر ہو جائے"

الخ۔ (انجیل یوحنا۔ ص ۸۷)

لیکن سوال یہ ہے کہ پہچان نہیں تھی تو شکمِ مادر میں ہوتے ہوئے ان کے لیے اچھلنے اور رقص و وجد کا کیا معنی؟ اور اگر پہچانتے تھے تو پھر صرف چھ ماہ بعد پیدا ہو جانے کے باوجود خود کیوں ساری عمر بپتسمہ دیتے رہے اور جب خود حضرت عیسیٰؑ نے ان سے بپتسمہ لیا تو اس وقت بپتسمہ کیوں دیا یا پھر ان سے روح القدس کے ساتھ بپتسمہ کیوں نہ لیا؟ اور جب ان پر روح القدس کا نزول بصورتِ کبوتر دیکھ لیا تھا تو پھر بپتسمہ ترک کیوں نہ کر دیا اور اپنی نبوت کو ان کی غلامی پر قربان کیوں نہ کیا؟ اور آخری ایام میں شاگرد بھیج کر کیوں دریافت کرتے رہے کہ آیا آنے والے مسیح تم ہی ہو یا ہم دوسرے کی

راہ دیکھیں؟ اور کیا یہ امر عجیب نہیں ہوگا کہ یہود سے کہیں کہ آنے والا یہی ہے اور اپنے آپ کو اس وقت تک بھی تسلی نہ ہوئی جبکہ قید میں ڈالے جا چکے تھے۔

الغرض اگر یوحنا کی یہ بات درست ہے تو انجیل متی ص ۱۴، ۱۰ اور لوقا ص ۹ ۵ کی غلط ہے اور وہ صحیح ہے تو یہ غلط اور جب تینوں آسمانی کتابیں ہیں اور ان میں اس طرح کا تعارض ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات بھی مورد الزام ٹھہرے گی۔ اور حضرت عیسیٰ صاحب انجیل کی بھی۔ اور یہ لوگ بھی جو ان کتابوں کے لکھنے والے یعنی حواری، اور اگر یہ سوال عوام کی تسلی اور اطمینان کے لیے کرتے تو عوام کے مجمع میں کرتے نہ کہ جیل میں ہوتے ہوئے صرف دو شاگردوں کو بھیج کر سوال فرماتے۔ کیونکہ اب آپ کے ماننے والے اور آپ کی بات پر اعتماد کرنے والے تو آپ کے پاس موجود ہی نہیں تھے۔ لہذا یہ مقصد جیل سے باہر ہوتے ہوئے جس طرح پورا ہو سکتا تھا اب تو اس طرح پورا نہیں ہو سکتا تھا لہذا تکلف کی کیا ضرورت تھی؟

الغرض یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اس بشارت کا مصداق صرف شہِ لولاک علیہ افضل الصلوات ہی ہیں۔

چلو ہم وقتی طور پر تسلیم کر بھی لیں کہ اس کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں لیکن جب بقول حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ کا مقام ان سے اتنا بلند ہے کہ آپ جھک کر ان کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق نہیں، اور وہ بلند شان ہستی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمائیں کہ جو میرے بعد آتے ہیں دنیا کے سردار وہ ہیں اور مجھ میں ان کے کمالات و خصائص کا ادنیٰ سا نمونہ بھی نہیں ہے تو اس سے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت مزید کھل کر سامنے آجائے گی۔ والحمد للہ علیٰ ذلک

--ﷺ--

بنی اسرائیل کے بھائیوں سے کلیم اللہ علیہ السلام کی مثل نبی کی بشارت

۱۔ یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا خدا تعالیٰ تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ (اعمال ص ۱۱۴)

۲۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا، خداوند خدا تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا، جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سُننا اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سُنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ بلکہ سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا ان سب نے ان دنوں کی خبر دی ہے تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے شریک ہو جو خدا نے تمھارے باپ دادا سے باندھا۔ جب ابراہیم سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سب گھرانے برکت پائیں گے۔ (اعمال، ص ۱۱۰)

۳۔ میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ (استثنار، ص ۱۸۴)

ہمارے نزدیک اس خوشخبری اور بشارت کا مصداق صرف اور صرف نبی امی رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جبکہ عیسائی صاحبان اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پیشینگوئی قرار

دیتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ قول بوجوہ درست نہیں :۔

ا :۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ بلکہ خود اللہ سمجھتے ہیں نہ کہ نبی و رسول۔ اور یہاں بشارت موسیٰ علیہ السلام کی مثل نبی سے متعلق ہے۔

ب :۔ عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول اور حواری بھی سب انبیاء علیہم السلام سے افضل و اعلیٰ ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مماثلت کیسے پائی جا سکتی ہے۔

ج :۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں نہ تشریعی امور میں مماثلت ہے اور نہ انجام کار میں اور نہ عند اللہ قرب و منزلت میں۔ تشریعی امور میں اس لیے مماثلت نہیں کہ دین موسیٰ علیہ السلام میں حدود و تعزیرات وارد ہیں اور احکام غسل و طہارت بھی اور ماکولات و مشروبات میں سے محرمات کا بیان بھی ہے جبکہ انجیل عیسیٰ علیہ السلام جو متداول و مروج ہے وہ ان سب احکام سے خالی ہے۔ بلکہ تورات کے مخالف مثلاً انجیل متی باب ۵، آیت ۳۸ تا آیت ۴۲ میں ہے :۔

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اس کو لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے تو اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔"

بلکہ پولس رسول نے تو شریعت کی ہی نفی کر دی ہے۔ چنانچہ گلیتوں باب ۳ پر لکھا ہے :۔

"کیونکہ جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ جو کوئی ان سب باتوں کے کرنے پر قائم نہیں رہتا جو شریعت کی کتاب

میں لکھی ہیں وہ لعنتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شریعت کے وسیلہ سے کوئی شخص خدا کے نزدیک راستباز نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ لکھا ہے، راستباز ایمان سے جیتا رہے گا اور شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں۔ بلکہ لکھا ہے کہ جس نے ان پر عمل کیا وہ ان کے سبب سے جیتا رہے گا۔ مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا" (آیت ۱۰ تا ۱۳)

اور شریعت و ایمان میں فرق بتاتے ہوئے پولس نے اس طرح کہا:۔

"میں تم سے صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے شریعت کے اعمال سے روح کو پایا، یا ایمان کے پیغام سے؟ کیا تم ایسے نادان ہو کہ روح کے طور پر شروع کرکے اب جسم کے طور پر پورا کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم نے اتنی تکلیفیں بے فائدہ اٹھائیں؟"

جب شریعت ہی نعوذ باللہ لعنت ٹھہری اور صرف جسم سے اس کا تعلق ہے نہ کہ روح سے، تو روحانیوں کو اس سے کیا کام۔ اور پھر شریعت سے اور اس پر عمل کی پابندی برقرار رہے تو حضرت عیسیٰ کا سولی پر چڑھنا ہی بیکار جائے گا لہٰذا امور تشریعی میں حضرت کلیم اللہ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مماثلت کا نہ پایا جانا روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہوگیا۔

د۔ رہا انجام کار اور عاقبت کا معاملہ، تو نعوذ باللہ بقول پولس رسول حضرت مسیح سولی پر چڑھ کر لعنتی بن گئے۔ ملاحظہ ہو گلیتوں باب ۳-۱۳ "مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے، جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔"

جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ اپنی امت کا کفارہ بنے نہ سولی پر چڑھے اور نہ ہی لعنتی ہوئے اور ظاہر ہے لعنتی کا مقام جہنم ہے تو عقیدہ اہل تثلیث کے مطابق العیاذ باللہ

حضرت عیسیٰؑ جہنمی ہوئے جبکہ حضرت کلیم اللہ اس سے محفوظ و مامون۔

۳۔ اسی طرح عند اللہ قرب و منزلت کے لحاظ سے بھی مماثلت کا دعویٰ غلط ہے کیونکہ استثناء باب ۳۴-۱۰،۱۱ پر تصریح موجود ہے:۔

"اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰؑ کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا جس سے خدا آمنے سامنے آشنائی کرتا۔"

پرانا و نیا عہد نامہ ۱۸۹۵ء اور مطبوعہ ۱۹۷۲ء کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اور اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند نے روبرو باتیں کیں، نہیں اٹھا۔"

اگر استثناء کی یہ عبارت درست ہے تو دعویٰ مماثلت کا مرتبت و تقرب میں باطل اور مماثلت کا دعویٰ سچا ہے تو آسمانی کتاب کی یہ آیت غلط، کتاب غیر معتبر ہو جائے تو بھی مذہب کا صفایا، اور مماثلت کا دعویٰ باطل ہو جائے تو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیتِ رسالت واضح۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے دریافت کرنے پر تورات پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے یا فقیہوں اور فریسیوں کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتے تھے۔

انجیل لوقا باب ۱۰-۲۵ میں ہے:۔

"اور دیکھو ایک عالمِ شرع اٹھا اور یہ کہہ کر اس کی آزمائش کرنے لگا کہ اے استاد! میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا مالک بنوں۔ اس نے اس سے کہا تورات میں کیا لکھا ہے تو کس طرح پڑھتا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ الخ۔ اس نے اس سے کہا تو نے ٹھیک جواب دیا، یہی کر تو تو جیئے گا۔"

اور انجیل متی باب ۲۳ پر یوں مرقوم ہے:۔

www.Ohly03.com

"اس وقت یسوع نے بھیڑ اور اپنے شاگردوں سے یہ باتیں کیں کہ فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تمھیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں" الخ

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ احکام میں تورات کے تابع تھے، لہذا موسیٰ علیہ السلام کی مانند مستقل صاحبِ شرع نہ ہوئے، بلکہ ان کی کتاب کے مبلغ، لہذا مماثلت ختم ہو گئی۔

۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے لیے صرف مبلغ نہیں تھے بلکہ ان میں احکام اور حدود و تعزیرات نافذ کرنے والے تھے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف تبلیغ پر اکتفا فرمانے والے تھے۔ لہذا ان کے منصب کو محض خانقاہی ماحول کی مثل قرار دیا جا سکتا ہے۔ حاکم شرعی اور سلطنتِ خداوندی کے نائب نہیں کہا جا سکتا بلکہ ان کا ذاتی مسکن اور مکان ہی نہیں تھا۔ ملک و تخت تو بہت دور کی بات ہے۔ پھر ان کو جس کس مپرسی کی حالت میں سولی پر چڑھایا گیا اور جو سلوک یہود و کفار نے ان کے ساتھ کیا، اس کے ہوتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مماثلت کا دعویٰ کیونکر کیا جا سکتا ہے۔؟

انجیل لوقا باب ۲۲ - ۶۲ پر مرقوم ہے:۔

"اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے اس کو ٹھٹھوں سے اڑاتے تھے اور مارتے تھے اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس سے پوچھتے تھے، نبوت سے بتا، تجھے کس نے مارا اور انھوں نے طعنہ سے اور بھی بہت سی باتیں اس کے خلاف کہیں۔"

اور انجیل متی باب ۲۷ - ۲۷ پر یوں مرقوم ہے:۔

"اس پر حاکم کے سپاہیوں نے یسوع کو قلعہ میں لے جا کر ساری پلٹن اس کے گرد جمع کی اور اس کے کپڑے اتار کر اسے قرمزی چوغہ پہنایا اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے

سر پر رکھا اور ایک سرکنڈا اس کے داہنے ہاتھ میں دیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اسے ٹھٹھوں میں اڑانے لگے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب! اور اس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اس کے سر پر مارنے لگے۔ اور جب اس کا ٹھٹھا کر چکے تو چوغہ کو اس پر سے اتار کر پھر اس کے کپڑے اس کو پہنا دیے اور مصلوب کرنے کو لے گئے (اور جب مصلوب کر چکے تو) راہ چلنے والے سر ہلا ہلا کر اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے۔ اے مقدس کے ڈھانے والے اور تین دن میں اس کو بنانے والے! اپنے تئیں بچا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اتر آ (نا) اور تیسرے پہر کے وقت یسوع نے بڑی آواز سے چلا چلا کر کہا" ایلی ایلی لما شبقتنی۔ یعنی اے میرے خدا، اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟"

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مماثل کون تسلیم کرے گا۔ جو فرعونی قوت سے ٹکرا گئے اور تمام بنی اسرائیل کو اس کی سختیوں سے نجات دلا کر اس کے آبائی وطن میں واپس لائے اور انھیں ایک ملک عطا کر کے عزت و آبرو کی زندگی بخشی۔

اگر ان تمام امور میں کوئی ہستی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مماثل نظر آتی ہے تو وہ صرف اور صرف رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی مستقل شریعت ہے۔ اس میں تحریم و تحلیل اور حدود و قصاص اور تعزیرات کا بیان ہے۔ اور آپ کو ان کے نفاذ کا مکمل اختیار حاصل ہے۔ ملکِ عرب کی حکومت و سلطنت بھی آپ کے قدموں میں تھی۔ اور آپ کے غلاموں نے تو قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو پاش پاش کر کے آپ کے کلمہ کو بلند کیا۔ آپ نے مکہ مکرمہ کی طاغوتی طاقتوں کو نیست و نابود کیا بلکہ قیصر و کسریٰ کو بھی صاف کہہ دیا۔" اَسْلِمْ تَسْلَمْ" حلقہ اسلام میں داخل ہو جاؤ تو دنیا و آخرت میں محفوظ رہو گے ورنہ نیست و نابود ہو جاؤ گے۔ اور جس طرح فرمایا اسی طرح ہو گیا اور

وہ اس حق گوئی پر آپ کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہ کر سکے۔

الغرض ان امور میں اور ان کے علاوہ بیسیوں امور میں آپؐ میں اور حضرت کلیمؑ میں مماثلت موجود ہے۔

۱۔ آپ نے جہاد کیا اور حضرت کلیم نے بھی جہاد کیا۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی مدین کی طرف ہجرت کی اور بعد ازاں مصر سے ملک کنعان کی طرف منتقل ہوئے اور وہاں اپنے دین کی مکمل تعلیم دی اور اس کا نفاذ کیا۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرِ عرش اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور دیدار کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سرِ طور ہم کلامی اور تجلّی دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو انگلی کے اشارے سے دو لخت کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے عصا مار کر بحیرہ قلزم کو دو حصے کر دیا۔

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں سے پانی کے چشمے رواں فرمائے اور حضرت کلیمؑ نے پتھر پر عصا مار کر بارہ چشمے جاری کیے۔

۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہرِ نبوت اور نشانِ رسالت آپ کے دو کندھوں کے درمیان تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نشانِ نبوت ان کا یدِ بیضا تھا۔

۷۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ مبارکہ میں سے اور دوسرے مقامات سے بتوں کو مٹایا اور بُت پرستی کا خاتمہ کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے بچھڑے کو نیست و نابود کر کے بنی اسرائیل سے بت پرستی کا صفایا کیا۔

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مشرکین کو قتل کر کے ان کی کمر توڑی اور حضرت کلیم نے بھی انہیں قتل کرا کر۔

www.Only1or3.com

۸۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین فرمانروا ہوئے اور دین اسلام کی توسیع اور دارالاسلام کی وسعت اور پھیلاؤ کا موجب اور قیصر و کسریٰ جیسے عظیم فرمانرواؤں کی شکست اور بربادی کا موجب۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین حضرت یوشع فرمانروا ہوئے اور جبارین کی شکست وریخت کا موجب، جس کا بیان صداقت نشان اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بصراحت موجود ہے:۔

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۔"

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں ضرور بالضرور زمین میں خلافت عطا کرے گا جس طرح کہ تم سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی اور ان کے لیے اس دین کو مستحکم کرے گا جو ان کے لیے پسندکیا اور ضرور بالضرور ان کو خوف کے بعد امن عطا کرے گا۔

اور انھی مماثلات اور مناسبات کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا"

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے تمھاری طرف ایک رسول بھیجا جو تمھارا نگران اور گواہ ہے جیسے کہ فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا۔ (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو)

لہٰذا قرآن مجید کی اس آیت نے اس پیشگوئی کا وقوع بیان کر دیا جس کا صدیوں سے پورا ہونے کا انتظار تھا۔

ـــــــ

www.only1or3.com

بنی اسرائیل کے بھائی کون؟

استثناء اور اعمال میں مذکور اس پیشگوئی کے الفاظ میں غور کرنے سے
پتہ چلتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے کسی پیغمبر کے لیے مژدہ نہیں سنایا گیا ورنہ اللہ تعالیٰ
یوں فرماتا کہ میں بنی اسرائیل میں سے ایک نبی تیری مانند پیدا کروں گا، مگر اس کے برعکس
اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ایک نبی تیری مثل پیدا کرونگا۔
اور ظاہر ہے بنی اسرائیل کے بارہ قبائل حضرت موسیٰ اور اللہ تعالیٰ کے مخاطب ہیں لہذا
ان کے بھائی ان کے علاوہ ہوں گے نہ کہ وہ خود۔ اور یہ خود ظاہر ہے کہ بنی اسماعیل ان
کے بھائی ہیں اور یہی محاورہ عہد قدیم میں بھی مستعمل ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام
کے متعلق پیدائش باب ۱۶-۱۱ میں مرقوم ہے۔ اور یاد رہے کہ پیدائش تورات کا پہلا
حصہ ہے اور استثناء آخری، لہذا تورات کی تفسیر تورات سے ہوجائے گی۔

"خداوند کے فرشتہ نے اس (ہاجرہ) سے کہا تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا۔
اس کا نام اسماعیلؑ رکھنا اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سُن لیا۔ وہ گورخر کی طرح آزاد
مرد ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے اور وہ
اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا۔

پیدائش باب ۲۵-۱۷ پر اس طرح مرقوم ہے:-

www.Only1Or3.com

"اسماعیل کی کل عمر ایک سو سینتیس برس کی ہوئی تب اس نے دم چھوڑ دیا اور وفات پائی اور اپنے لوگوں میں جاملا اور اس کی اولاد حویلہ سے شور تک جو مصر کے سامنے اس راستے پر ہے جس سے اسور کو جاتے ہیں، آباد تھی۔ یہ سب لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے۔"

لہذا واضح ہوگیا کہ یہ پیشینگوئی بنی اسرائیل کے کسی پیغمبر کے لیے نہیں بلکہ بنی اسماعیل کے اس چشم و چراغ کے لیے ہے جس نے پوری دنیا کو نورِ اسلام سے منور کر کے اللہ تعالیٰ کے، ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیے ہوئے اس وعدہ کو پورا کر دکھایا "تیری نسل کے وسیلہ سے دنیا کی سب قومیں برکت پائیں گی" (پیدائش باب ۲۲-۱۸)

ازالہ شبہ

یہ بجا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے علاوہ بھی حضرت اسحاقؑ کی اولاد تھی اور وہ بھی بنی اسرائیل کے بھائی کہلا سکتے تھے۔ لیکن بنی عیسو وغیرہ کوئی نبی ایسا نہ ہوا اور نہ ہی یہود و نصاریٰ میں سے کسی نے ان کے مراد ہونے کا قول کیا۔ یہود نے اس مژدہ کا مصداق حضرت یوشع کو قرار دیا اور نصاریٰ نے حضرت مسیح کو، لہذا دونوں کے اجماع سے بنی عیسو کا مراد ہونا باطل اور ہمارے پیش کردہ وجوہ اور دلائل سے ان دونوں فریق کا دعویٰ بھی باطل اور قولِ حق واضح ہو چکا کہ اس کا مصداق نبی امی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

خدا کا کلام کس نبی کے منہ میں تھا؟

www.only1or3.com

استثناء کی پیشینگوئی میں یہ تصریح موجود ہے کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اس کو حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کلام پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والے اللہ تعالےٰ کے کلام سے مختلف ہوگا ورنہ اس کو بطور خاص ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جبکہ ہر نبی پر اللہ تعالیٰ کا کلام کتابی صورت میں یا بطورِ الہام وغیرہ نازل ہوتا ہی رہا ہے اور اختلاف و امتیاز کی صورت یہی ہوگی کہ وہ کلام ایسا معجز اور فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہوگا کہ مخلوق اس کی مثل لانے سے عاجز اور قاصر ہوگی اور جس کے منہ سے وہ کلام ظاہر ہوگا، لوگ یقین سے کہہ سکیں گے کہ یہ کلام اس شخص کا اپنا نہیں ہو سکتا ورنہ ہم اس کے مقابلہ و معارضہ سے عاجز و قاصر نہ ہوتے۔ نیز جب اس کلام کو اللہ تعالےٰ اپنا کلام کہہ رہا ہے تو پھر اس میں دوام و ابدیت ہونی ضروری ہے اور اس کا تغیر و تبدل اور لوگوں کی تحریف و تغییر سے محفوظ ہونا لازمی ہے۔ علاوہ ازیں جس شخص پر اس کلام اور ان احکام کا نزول ہو اس کا امی ہونا اور مدارس و مکاتب میں تعلیم و تربیت پانے سے بالاتر ہونا ضروری ہے تاکہ اس کی زندگی کی کتاب ہی اس کے اس منصبِ خداداد کی گواہ ہو جائے اور ہر شخص وہ کلام سنتے ہی یہ فیصلہ دے دے کہ یہ کلام اس شخص کا

اپنا نہیں۔

اگر اس پس منظر میں دیکھا جائے تو صرف نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس پیشینگوئی کے مصداق بن سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی زبان اقدس سے نکلنے والا کلام اس قدر فصیح و بلیغ اور اعجاز نشان تھا کہ فصحاء عرب اور بلغاء قحطان باوجود شدید ترین مخالفت و معاندت کے پورے قرآن یا اس کی دس طویل سورتوں کی مثل لانے پر تو کب قادر ہو سکتے تھے جبکہ وہ ایک مختصر ترین سورہ کی مثل لانے پر بھی قادر نہ ہو سکے۔ حالانکہ انھیں ہر طرح غیرت اور جوش دلانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی گئی تھی۔ انھیں اجتماعی کوشش کر دیکھنے کا حکم دینے کے ساتھ اپنے معبودات اور تمام معاون و مددگاروں کو بلانے کا حکم بھی دیا گیا۔

"فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ"

اور مختصر ترین سورت کی مثل بھی نہ لا سکنے کا ہیشگی دعویٰ کر کے ان کو پوری جدوجہد اور قوت و طاقت، استعدادات و صلاحیات استعمال کرنے پر اکسایا گیا۔

"فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا"

اور اس عجز و ناتوانی کے باوجود کفر و انکار پر ڈٹے رہنے کی صورت میں دوزخ کی آگ میں داخل ہونے کی وعید و تہدید بھی سنائی گئی لیکن وہ آپ کے ساتھ حروف و کلمات میں مقابلہ کی بجائے تلواروں اور نیزوں کے ساتھ محاربہ پر کمربستہ ہو گئے۔ اس سے بڑھ کر کیا دلیل مطلوب ہو گی اس کلام کے کلام خدا ہونے پر، کہ ایک طرف ایک فرد اور وہ بھی اُمّی اور دوسری طرف انتہائی مشاق اور تربیت یافتہ فصحاء نامدار اور بلغاء روزگار لیکن ؎

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی سمجھے منہ میں زبان نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

www.Only1or3.com

ہیں شار تیرے کلام ... ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

اور یہ اعجاز کسی دوسری آسمانی کتاب اور الہامی کلام میں نہیں ہے۔

امر ثانی کو دیکھو تو ہر آسمانی کتاب میں تحریف و نسخ اور تغیر و تبدیل موجود ہے مگر صرف کلام مجید ہے جو تمام تر باطل قوتوں کی سعی و کوشش اور جد وجہد کے باوجود مکمل طور پر محفوظ ہے اور اس کے اندر زیر و زبر کا بھی فرق نہیں آیا اور نہ آ سکتا ہے۔ بلکہ اگر بالفرض دنیا سے تمام نسخے معدوم بھی ہو جائیں تو لاکھوں کاست فوراً حفاظ کرام اس کو از سر نو لکھوا سکتے ہیں۔ اور امر ثالث کا تو اثبات محتاج دلیل ہی نہیں ہے۔ دنیا کا ہر فرد جانتا ہے کہ عرب کا یہ تاجدار کس طرح یتیمی اور مسکنت کے ادوار سے گزرا اور جس علاقہ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی وہ پورا علاقہ اور ساری قوم ہی تعلیم و تعلّم سے کوسوں دور تھی اور زمانے بھر میں امتِ اُمیہ کے لقب سے ہی مشہور و معروف تھی۔ لہٰذا اس وعدہ اور بشارت اور پیشگوئی کا مصداق ہیں تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جن کی اس شان کو علی الاعلان اس طرح بیان کیا گیا ہے

"وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ"

اور ہزاروں نکتہ چینوں کے ہونے ہوئے کبھی کسی امر میں اس دعویٰ کو غلط ثابت نہ کیا جا سکا اور ہر سوال کا جواب عین واقع کے مطابق ملا اور پرکھنے والے اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

www.only1or3.com

کس نبی کی بات نہ سُننے والوں کو کاٹ ڈالا گیا؟

استثناء میں آنے والے نبی کے متعلق فرمایا کہ:۔

"جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرے نام سے کہے گا، نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا"

اور اعمال باب ۳۔۲۳ میں اس طرح مرقوم ہے کہ:۔

"اور یوں ہو گا کہ جو شخص اس نبی کی نہیں سنے گا وہ امت سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔"

ظاہر ہے کہ حساب لینے کا جو تذکرہ استثناء میں کیا گیا تھا اعمال میں اس کی صورت بیان کر دی گئی کہ یہاں حساب سے مراد اُخروی حساب نہیں وہ تو ہر نبی کے منکرین سے لیا ہی جانا ہے۔ پھر اس نبی کی خصوصیت کیا رہے گی۔ بلکہ دنیا کا حساب مراد ہے۔ یعنی ایسے لوگوں کو نیست و نابود کر دیا جائے گا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس نبی کی موجودگی میں ان کے مخالفین کو نیست و نابود نہ کیا جائے تو اس کا دل ٹھنڈا نہیں ہوگا۔ لہذا یہاں اسی حساب کو بیان کیا گیا ہے۔ جو دنیا میں ان کی تباہی و بربادی کے ذریعے لیا جائے گا۔ اور جلد از جلد۔ ورنہ حضرت یحییٰؑ اور حضرت زکریاؑ و دیگر انبیاء علیہم السلام کو شہید کرنے والے بھی بالآخر انتقام کا نشانہ تو بن ہی گئے تھے۔ پھر وجہ تخصیص کیا رہی، لہذا یہ لازم

ٹھہرا کہ مخالفین ومنکرین کو اس نبی کے سامنے تباہ وبرباد کیا جائے۔

آیئے اس پس منظر میں بھی اس پیشنگوئی کو دیکھیں تو اس کا مصداق صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے مخالفین قریش مکہ اور یہود بنو نضیر و بنو قریظہ اور اہل خیبر کچل کر رکھ دیئے گئے اور تمام قبائلِ عرب کو آپ کے آستانِ عرش نشان پر جبہ فرسائی کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ بقول نصاریٰ یہ ہے کہ انھیں انتہائی کس مپرسی کے عالم میں مخالفین نے طعن وتشنیع اور مزاح واستہزاء کا نشانہ بنانے کے بعد سولی پر لٹکا دیا اور بالآخر وہ یہ کہتے ہوئے سنے گئے "ایلی ایلی لما شبقتنی (انجیل متی باب ۲۶-۴۶) الوھی الوھی لما شبقتنی (انجیل مرقس باب ۱۵-۳۴)

جس کا ترجمہ یہ ہے: "اے میرے خدا اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔" بلکہ انھوں نے خود پہلے سے اپنی اس ہتک اور بے آبروئی کا مفصل تذکرہ حواریوں سے کر دیا تھا۔ ملاحظہ ہو انجیل لوقا باب ۱۸۔ ۳۱۔

"پھر اس نے ان بارہ کو ساتھ لے کر ان سے کہا کہ دیکھو ہم یروشلم کو جاتے ہیں اور جتنی باتیں نبیوں کی معرفت لکھی گئی ہیں، ابن آدم (حضرت عیسیٰ) کے حق میں پوری ہوں گی کیونکہ وہ غیر قوموں والوں کے حوالے کیا جائے گا اور لوگ اس کو ٹھٹھوں میں اڑائیں گے اور بے عزت کریں گے اور اس پر تھوکیں گے اور اس کو کوڑے ماریں گے اور قتل کریں گے اور تیسرے دن جی اٹھے گا لیکن انھوں نے ان میں سے کوئی بات نہ سمجھی اور یہ قول ان پر پوشیدہ رہا۔"

لیکن یہ سب کچھ ہونے کے باوجود مخالفین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوری طور پر کوئی کارروائی نہ ہوئی بلکہ حواری بھی اسی تشدد کا نشانہ بنتے رہے۔ لہذا اس پیشنگوئی کا مصداق حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیونکر بنایا

www.only1or3.com

جا سکتا ہے۔

ازالہ شبہ

ممکن ہے کہ عیسائی لوگ کہیں کہ یہ پیشینگوئی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دوبارہ ظہور سے متعلق ہے اور اس وقت ان کا غلبہ اور تسلط اہل اسلام کو بھی مستم ہے تو یہ توجیہ و تاویل لغو اور بے سود ہے۔ کیونکہ حضرت موسٰی علیہ السلام سے وعدہ کرتے وقت اس قسم کا کوئی اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔ علاوہ ازیں جب پہلے ظہور کا یہ انجام ہوا تو اس نے لوگوں کو یہ سمجھنے پر مجبور کر دیا کہ یہ نبی وہ نہیں ہیں ورنہ ان کا یہ حشر نہ ہوتا لہٰذا دوسرے نزول و ظہور کا انتظار کسی بہتر نتیجہ کا حامل کیسے ہو سکتا تھا؟

؎ کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

رہ گیا اہلِ اسلام کا ان کے نزول اور ان کے غلبہ کو تسلیم کرنا تو وہ محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دینِ برحق کے خادم کی حیثیت سے نزول ہوگا اور آپ کے لختِ جگر، نورِ نظر حضرت مہدی علیہ السلام ان کے لیے فضا ساز گار بنائیں گے اور حضور کی امت آپ کی معاون و مددگار ہوگی۔ گویا یہ غلبہ ان کو نبی الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ کی برکت اور نگاہِ کرم سے حاصل ہوگا۔ تو پھر اس پیشینگوئی کے مصداق بھی وہی ہوں گے جن کی بدولت حضرتِ عیسٰیؑ کو یہ شرف حاصل ہوگا۔ کیا یہ ظلمِ عظیم نہ ہوگا کہ طفیلی کو مصداق تسلیم کیا جائے اور سر چشمۂ عزت و کرامت کو نظر انداز کر دیا جائے۔ واللہ ورسولہ اعلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کی سلطنت

کا بیان بزبانِ حضرت دانیال علیہ السلام

سابقہ پیشنگوئی میں اس نبی کی بات نہ سننے اور نہ ماننے والے کا انجام آپ کو معلوم ہو چکا تو اسی مناسبت سے ہم عہد قدیم و جدید کی کتابوں سے نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی حکومت و سلطنت سے متعلق بشارات بیان کیے دیتے ہیں اور مخالفین و معاندین کے تہس نہس کر دینے کا بیان تاکہ ہماری سابقہ تحریر کی تائید و تصدیق ہو جائے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ (دانی ایل باب ۲ - ۱ تا ۴۴):-

"بخت نصر بادشاہ (بنوکدنضر) نے اپنی سلطنت کے دوسرے سال میں ایسے خواب دیکھے جن سے اس کا دل گھبرا گیا اور اس کی نیند جاتی رہی۔ تب بادشاہ نے حکم دیا کہ نجومیوں اور جادوگروں اور کسدیوں کو بلائیں کہ بادشاہ کے خواب اسے بتائیں۔"

لیکن جب وہ خواب اور اس کی تعبیر بتلانے سے عاجز آ گئے تو حضرت دانیال علیہ السلام کو بلایا گیا۔ آپ نے وہ خواب بھی بتلا دیا اور اس کی حتمی اور یقینی تعبیر بھی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:-

"اے بادشاہ! تو اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا خیال کرنے لگا کہ آئندہ کو کیا ہونے والا ہے۔ سو وہ جو رازوں کا کھولنے والا ہے تجھ پر ظاہر کرتا ہے کہ کیا کچھ ہوگا۔ اے بادشاہ! تو نے ایک مورت دیکھی۔ اس مورت کا سر خالص سونے کا تھا، اس کا سینہ اور اس کے

بازو چاندی کے تھے۔ اس کا شکم اور اس کی رانیں تانبے کی تھیں۔ اس کی ٹانگیں لوہے کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے۔ تو اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ ایک پتھر ہاتھ لگائے بغیر ہی کاٹا گیا اور اس مورت کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے، لگا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی اور سونا ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے اور تابستانی کھلیان کے بھوسے کی مانند ہوئے اور ہوا ان کو اڑا لے گئی، یہاں تک کہ ان کا پتہ بھی نہ ملا اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو توڑا ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین پر پھیل گیا" وہ خواب یہ ہے اور اس کی تعبیر بادشاہ کے حضور بیان کرتا ہوں:۔

"وہ سونے کا سر تو ہی ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت برپا ہوگی جو تجھ سے چھوٹی ہوگی۔ اور اس کے بعد ایک اور سلطنت تانبے کی جو تمام زمین پر حکومت کرے گی۔ اور چوتھی سلطنت لوہے کی مانند مضبوط ہوگی ..... (تا) اور جو تو نے دیکھا کہ اس کے پاؤں اور انگلیاں کچھ تو کمہار کی مٹی کی اور کچھ لوہے کی تھیں سو اس سلطنت میں تفرقہ ہوگا ..... (تا) اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہوگی اور اس کی حکومت کسی دوسری قوم کے حوالے نہ کی جائے گی بلکہ وہ ان تمام مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی اور وہی ابد تک قائم رہے گی۔ (تا) یہ خواب یقینی ہے اور اس کی تعبیر یقینی۔ (دانی ایل باب ۲-۱ تا ۲-۴۵)

اس خواب کی تعبیر میں جیسے کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے بتلایا، پہلی سلطنت سے مراد بنوکد نضر یعنی خود بخت نصر کی سلطنت ہے اور دوسری سلطنت سے مراد مادین کا تسلط ہے جو کہ بخت نصر کے بیٹے بیلشضر کے قتل کے بعد دارا مادی کے ہاتھوں میں آ گیا جیسے کہ دانی ایل باب ۵ میں تصریح موجود ہے۔

لیکن اس کی سلطنت، بخت نصر کی سلطنت کی نسبت ضعیف اور کمزور تھی۔ اس کے

بعد تیسری سلطنت سے مراد خورس فارسی کی سلطنت ہے جو قیسین کے نزدیک کیخسرو کے لقب سے ملقب ہے۔ اس کی سلطنت میں دریائے سندھ سے لے کر دریائے نیل تک کے علاقے شامل تھے۔ حتیٰ کہ اس نے بخت نصر کے پایۂ تخت اور دارالسلطنت بابل کو بھی فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا تھا۔ اور اس طرح مادی و فارسی سلطنتیں ایک ہی حکمران کے ہاتھ میں آگئیں۔ (تاریخ بائیبل ص ۴۱۲)

اور چوتھی سلطنت جو لوہے کی مانند مضبوط تھی اس سے مراد سکندر رومی کی سلطنت ہے جس نے دیار فارس پر قبضہ جما لیا اور اپنے راستے میں حائل ہر رکاوٹ کو توڑ کر رکھ دیا اور یہی دانی ایل کے اس خواب کی تعبیر ہے۔ جس میں انھوں نے دریائے ادلائی کے مشرق میں ایک مینڈھا کھڑا دیکھا جو مغرب اور شمال و جنوب میں اپنے دونوں سینگ مار رہا تھا۔ اور ہر چیز اس کے مقابلہ سے عاجز آگئی۔ اور اسی دوران مغرب سے ایک بکرا نمودار ہوا جس نے اپنے زوردار سینگ سے اس مینڈھے کے دونوں سینگ توڑ ڈالے اور بالآخر اس کو زمین پر پٹک دیا اور لتاڑا اور کوئی اس کو بکرے سے چھڑا نہ سکا۔ بعد ازاں ان کو اس کی تعبیر بتلاتے ہوئے کہا گیا کہ مینڈھے کے دو سینگ مادی اور فارسی سلطنت کی طرف اشارہ ہیں اور مغرب سے آکر ان سینگوں کو توڑنے اور مینڈھے کو لتاڑنے والا یونان کا بادشاہ ہے۔ جس کی تفصیل دانی ایل باب ۸، ۹ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اور تاریخ بائیبل از ڈاکٹر ولیم بلیکی صاحب ص ۴۴۸، ۴۴۹ پر بھی سکندر اعظم کی وفات کے بعد اس کی سلطنت تقسیم ہو گئی جس طرح کہ دانی ایل کے خواب میں ہے کہ بکرے کا سینگ ٹوٹ گیا اور اس کی جگہ چار اور سینگ آسمان کی چار ہواؤں کی طرف پیدا ہوئے یعنی اس کی وسیع سلطنت انجام کار اس کے چار سپہ سالاروں میں منقسم ہوئی جس کے نام یہ ہیں:۔ طالمی، لسیمیکس، کسندر اور سلیوکس۔ مصر طالمی کے حصے میں آیا اور فلسطین بھی رفتہ رفتہ اسی کے حصے میں شامل ہو گیا۔ (تاریخ بائیبل ص ۴۵۱)

www.Only1Or3.com

اور بالآخر سکندر اعظم کے مفتوحات دو حصوں میں تقسیم ہو کر رومی اور فارسی سلطنت بن گئے۔ اور فلسطین و یروشلم ہرقل رومی کے زیر تسلط تھا جس پر وقتی طور پر فارسی غالب نظر آئے مگر کلام مجید کی پیشگوئی کے مطابق " غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین" یروشلم پر رومیوں کا قبضہ پھر بحال ہوگیا۔ اور اسی دوران عرب شریف میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت قائم ہوگئی، جو محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک اعجاز تھا اور ظاہری اسباب کا اس میں مطلقاً دخل نہیں تھا اور یہ سلطنت قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں (جو کہ بخت نصر کی مورت کی ٹانگیں اور پنجے تھے) کے مقابل ایک چھوٹے سے پتھر کی مانند تھی مگر اس پتھر نے ان کو اس طرح تہس نہس کیا کہ کسریٰ کا نام و نشان مٹ گیا اور قیصر رومی ہرقل بھی شکست پر شکست کھاتا ہوا دور دراز علاقوں میں محصور ہو کر رہ گیا اور سلطنت اسلام دیکھتے ہی دیکھتے ایک ناقابل تسخیر پہاڑ بن گئی۔

اور صدیوں سے ان علاقوں میں اہل اسلام کا ہی تسلط ہے۔ اور ہر وقت

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ

کی صدائیں ان علاقوں میں آسمانی بادشاہت کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور معبودات باطلہ یعنی اصنام و اوثان اور صلیب و آتش پرستی کا صفایا کر دیا گیا۔ اور اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی بادشاہت کا اقرار و اعتراف کرایا گیا۔ اور اسی کی عبادت و پرستش کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ اور انشاء اللہ العزیز تاقیام قیامت اسی طرح رہے گا۔ اگر وقتی طور پر کچھ ضعف آیا بھی تو وہ بالآخر امام مہدی علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں سے دور ہو جائے گا۔ جیسے کہ دانی ایل کو بتایا گیا " تمام آسمان کے نیچے سب ملکوں کی سلطنت اور مملکت اور سلطنت کی حشمت حق تعالیٰ کے مقدس لوگوں کو بخشی جائیگی اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے اور تمام مملکتیں اس کی خدمت گزار اور فرمانبردار ہونگی (باب ۸-۲۷)

www.Only1or3.com

کیا اس سلطنت کے مالک مسیح ہیں؟

www.Only1Or3.com

عیسائی صاحبان کا اس بادشاہی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بادشاہت قرار دینا حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے اور سورج کو دوپہر کے وقت اپنی ہتھیلی سے ڈھانپنے کے مترادف ہے۔ بھلا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کو رہائش کے لیے مکان بھی میسر نہیں تھا؟

جیسے کہ خود فرماتے ہیں :-

"لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے، مگر ابن آدم کے لیے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں"۔ (متی باب ۸ — ۲)

علاوہ ازیں یہاں ایک ظاہری سلطنت اور حکومت کی بات ہو رہی ہے جیسے کہ بخت نصر اور پچھلے بادشاہوں کو حاصل ہوئی لیکن عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا کہ میری سلطنت ظاہر میں نہیں ہو گی۔

"جب فریسیوں نے اس سے پوچھا کہ خدا کی بادشاہی کب آئے گی تو اس نے جواب میں ان سے کہا کہ خدا کی بادشاہی ظاہری طور پر نہیں آئے گی اور لوگ یہ نہ کہیں گے

کہ دیکھو یہاں ہے وہاں ہے۔ دیکھو خدا کی بادشاہی تمہارے درمیان ہے۔

(انجیل لوقا۔ باب ۱۷۔ ۲۰)

لہٰذا حتمی اور قطعی طور پر ثابت ہوا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کی ذکر کردہ آسمانی بادشاہت اور خدائی سلطنت کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے خلفاء اور امراء اسلام جنھوں نے ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے علاقوں پر محیط عظیم سلطنت قائم کی۔ اب مزید حوالے اس ضمن میں ملاحظہ کریں تاکہ یہ حقیقت مزید واضح ہو جائے۔

www.Only1Or3.com

یسعیاہ پیغمبر کی زبانی نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت اور سلطنتِ اسلام کی بشارت

یسعیاہ باب ۴۲ ۔ ۱ تا ۱۷ میں مرقوم ہے :۔

"دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں ۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر ڈالی ۔ وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا۔ وہ نہ چلائے گا نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی۔ وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہیں توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہیں بجھائے گا۔ وہ راستی سے عدالت کرے گا۔ وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا۔ جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے۔ جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے ۔ میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا ۔ میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گا (ان کو نور مہیا کرنے کے لیے تجھے بھیجوں گا) کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانہ سے چھڑائے ۔

اے سمندر پر گزرنے والو! اور اس میں بسنے والو! اے جزیرو اور اس کے باشندو! خداوند کے لیے نیا گیت گاؤ ۔ زمین پر سر تا سر اسی کی ستائش کرو۔ بیابان اور اس کی بستیاں ۔ قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں ۔ سلع کے بسنے والے

گیت گائیں۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں اور جزیروں میں اس کی ثنا خوانی کریں۔ خداوند بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھلائے گا۔ وہ نعرہ مارے گا۔ ہاں وہ للکارے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔ میں بہت مدت سے چپ رہا۔ میں خاموش ہو رہا اور ضبط کرتا رہا پر اب میں...... پہاڑوں اور ٹیلوں کو ویران کر ڈالوں گا اور ان کے سبزہ زاروں کو خشک کروں گا اور ان کی ندیوں کو جزیرے بناؤں گا اور تالابوں کو سکھا دوں گا..... میں ان سے یہ سلوک کروں گا اور ان کو ترک نہ کروں گا جو کھودی ہوئی مورتوں پر بھروسہ کرتے اور ڈھالے ہوئے بتوں سے کہتے ہیں، تم ہمارے معبود ہو وہ پیچھے ہٹیں گے اور بہت شرمندہ ہوں گے۔" (دیکھیں یسعیاہ باب ۴۲ - ۱ تا ۱۷)

معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی ان آیات میں نظر کرنے کے بعد فوراً پکار اٹھے گا کہ یہ صرف اور صرف رسول معظم نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ بھیج کر امداد دی اور دشمنوں سے محفوظ فرمایا "وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ"

قیدار جو کہ حضرت اسماعیلؑ کے فرزند تھے ان میں کس کی مدح و ثنا میں آوازیں بلند ہوئیں اور مدینہ طیبہ کے پہاڑ سلع کے قریب بسنے والوں نے کس پر درود و سلام بھیجے۔ اور کس نبی کی کتاب کی تلاوت کی اور کس شریعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور جزیرے کس کی شریعت کے انتظار میں تھے۔ اور کس نے مورتیوں کو نیست و نابود کیا اور کس کی ہیبت و جلالت نے بت پرستوں کو پرے کیا اور شرمندگی و رسوائی سے دوچار کیا اور کس کے نور نے دل کے اندھوں کو روشنائی بخشی۔ وہ صرف اور صرف "قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ" کی شانِ نورانی والے اور "دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا" کی تنویر والے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دستگیری اور حفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی تو ان کو سولی پر کیسے لٹکایا جا سکتا تھا۔؟

www.Only1Or3.com

حبقوق نبی کی بشارت رسولِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم

کی بعثت اور سلطنتِ اسلام سے متعلق

حبقوق باب ۳ :-

"خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہ فاران سے اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔ اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی۔ اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلتی تھیں اور اس میں اس کی قدرت نہاں تھی۔ وبا اس کے آگے آگے چلتی تھی۔ اور آتشی تیر اس کے قدموں سے نکلتے تھے۔ وہ کھڑا ہوا اور زمین تھرا گئی۔ اس نے نگاہ ڈالی اور قومیں پراگندہ ہو گئیں۔ ازلی پہاڑ پارہ پارہ ہو گئے قدیم ٹیلے جھک گئے۔ اس کی راہیں ازلی ہیں (حبقوق نبی کی دعا باب ۳ - ۳ تا ۶)

کوہ فاران سے ظاہر ہونے والی ہستی کون ہے بس وہی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم! جب اللہ تعالیٰ اور ملائکہ نے اس پر صلوٰۃ بھیجی تو اس کا جلال آسمان والوں پر ظاہر ہوا۔ اور جب زمین میں درود وسلام اور کلمۂ شہادت کی صدائیں بلند ہونے لگیں، تو زمین حمد وثنائے مصطفےٰ سے معمور ہو گئی۔ اس کے نور نے سارے جہان کو روشن کیا۔ ان کا ہاتھ ید اللہ تھا اور قدرتِ خداوندی کا مظہر جس کی بیعت اللہ تعالیٰ کی بیعت تھی۔

"إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ - يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ"

اور جس کا مارنا اللہ تعالیٰ کا مارنا تھا کہ بدر وحنین میں ایک ایک مٹھی مٹی کی پھینکی تو کفار دُم دبا کر بھاگ گئے۔

"وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ"

جس کے میلاد سے ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آیا اور شبابِ نبوت پر اس کی اور قیصر کی زمین کانپ اٹھی اور بظاہر ناقابلِ تسخیر قوتیں اور سلطنتیں پاش پاش ہو گئیں۔ اور اتنے بڑے بڑے پہاڑ پارہ پارہ ہو گئے اور اس قدر جھک گئے کہ آج تک سیدھے نہ ہو سکے۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک!

www.OnlyOneOrThree.com

حضرت زکریا علیہ السّلام کی شہادت
نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلّق

"اے بنت صیون! تو نہایت شادمان ہو، اے دختر یروشلم! خوب للکار۔ کیونکہ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے۔ وہ صادق ہے اور نجات اس کے ہاتھ میں ہے، وہ حلیم ہے اور جوان گدھے پر سوار ہے اور میں افرائیم سے رتھ اور یروشلم سے گھوڑے کاٹ ڈالوں گا اور جنگی کمان توڑ ڈالی جائے گی اور وہ قوموں کو صلح کا مژدہ دے گا اور اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے انتہائے زمین تک ہوگی"
(زکریا۔ باب ۹ - ۱۰۹۹)

حضرت زکریا علیہ السلام کے اس مژدہ کا مصداق بھی سوائے رسول معظم نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت زکریاؑ کی اس شہادت کے بعد ان کے لختِ جگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو نبوت ملی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔ اور سلطنت ظاہری ان میں سے کسی کو بھی حاصل نہ ہوئی تھی۔ بلکہ حضرت یحییٰؑ بھی محض مبلّغ اور مُصلح تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی۔ اوّل الذکر کو بھی قید میں رکھ کر بعد ازاں ہیرودیس نے شہید کرا دیا اور بقولِ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مصلوب ہوئے اور انتہائی بیدردی کے ساتھ۔ نہ انھوں نے افرائیم سے رتھ ختم کیے اور نہ یروشلم سے گھوڑے، نہ ان کی

سلطنت سمندر سے سمندر تک اور نہر فرات سے انتہائی زمین تک پھیلی۔ اگر کسی بستی کی آمد سے انقلاب آیا اور یروشلم بغیر کسی لڑائی کے فتح ہوا تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کے غلام حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ جن کو دیکھتے ہی اہل یروشلم نے رعایا ہونا قبول کر لیا اور ان کو اپنا حاکم۔ اور انھوں نے ہی قوموں کو صلح کا مژدہ اس طرح دیا کہ اسلام قبول کر لو تو تم ہمارے بھائی بنو۔ اور اگر جزیہ دینا قبول کر لو تو بھی تمھاری جانیں اور مال اسی طرح واجب الاحترام اور محفوظ و مامون ہیں جس طرح اہلِ اسلام کی۔

شبہ کا ازالہ

گدھے پر سوار ہونے کے ساتھ حضرت عیسٰی علیہ السلام مشہور ہیں لہذا وہی مراد ہوں گے لیکن صرف اس سواری کو دیکھنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ سارا سیاق وسباق دیکھنا چاہیئے اور جس طرح کہ بیان ہو چکا ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام پر اس کا سیاق وسباق سچا نہیں آتا۔ گدھے پر سواری کا یہاں بیان کرنا دلیل حلم اور تواضع کے طور پر ہے اور اس کے لیے ہمیشہ گدھے پر سوار ہونا ضروری نہیں۔ صرف بعض دفعہ سوار ہونا کافی ہے اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے کو بھی سواری کا شرف بخشا جس طرح اونٹنیوں، گھوڑوں اور خچروں کو۔ لہذا اس کو قطعًا اس دعوٰی کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا کہ اس پیشنگوئی سے مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام ہی ہوں گے جنھوں نے خود فرمادیا کہ میرے لیے سر دھرنے کی جگہ بھی نہیں ہے اور میری بادشاہی ظاہری طور پر نہیں ہوگی۔ کہ لوگ کہہ سکیں یہاں ہے یا وہاں، جس طرح ذکر ہو چکا ہے۔

آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی

"حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی یہی اعلان کیا کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی انھیں الفاظ کے ساتھ اعلان فرمایا" انجیل متی باب۳

"ان دنوں یوحنا بپتسمہ دینے والا آیا اور یہودیہ کے بیابان میں یہ منادی کرنے لگا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔ یہ وہی "یوحنا" ہے جس کا ذکر یسعیاہ نبی کی معرفت ہوا کہ بیابان میں پکارنے والے کی تو آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ تیار کرو۔ اس کے راستے سیدھے بناؤ۔"

لیکن اگر ان کا مقصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اعلان کرنا تھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یہ لفظ استعمال نہ فرماتے بلکہ اس طرح کہتے کہ جس بادشاہت کی خبر تمھیں حضرت یحییٰؑ نے دی ہے وہ میری بادشاہت ہے۔ حالانکہ خود انھوں نے بھی اس بادشاہت کی خوشخبری اسی انداز میں سنائی۔ ملاحظہ ہو انجیل متی باب۴ :۔

"جب اس (عیسیٰ علیہ السلام) نے سنا کہ یوحنا پکڑوا دیا گیا ہے تو گلیل کو روانہ ہوا اور ناصرہ کو چھوڑ کر کفرنحوم میں جا بسا۔۔۔۔۔ اس وقت سے یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔۔۔۔۔ اور یسوع تمام گلیل میں پھرتا رہا اور ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا رہا اور بادشاہی کی

خوشخبری کی منادی کرتا اور لوگوں کی ہر طرح کی بیماری اور ہر طرح کی کمزوری دور کرتا انتہی۔

تو اس سے بلا شک وشبہ یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ یہ دونوں مقدس پیغمبر کسی دوسری ہستی کی تشریف آوری کا مژدہ لوگوں کو سناتے رہے اور ان کے لیے فضا سازگار کرتے رہے۔ اسی ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر کرنا بھی بہت مناسب ہوگا جو آپ نے شاگردوں کو سکھلائی اور لوگوں کے عام طور طریقہ سے ہٹ کر یکہ بیچ کر دعا کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ انجیل متی باب۶ :۔

"پس تم اس طرح دعا کیا کرو کہ اے ہمارے باپ! تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے۔ تیری بادشاہی آئے۔ تیری مرضی جیسے آسمان پر پوری ہوتی ہے، زمین پر بھی پوری ہو" الخ۔ (باب ۶ آیت ۹ تا ۱۰)

بلکہ جب آپ نے اپنے حواریوں کو بلاد اسرائیل میں دعوت وارشاد اور وعظ ونصیحت کے لیے بھیجا تو ان کو جو وصیت فرمائی اس میں غور کر لینا ضروری ہے تاکہ آسمانی بادشاہت کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے :۔

"ان بارہ (رسولوں) کو یسوع نے بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا :۔ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔" (انجیل متی باب ۱۰، ۵، ۶)

حضرت مسیح علیہ السلام کی سکھلائی ہوئی دعا میں بھی آسمانی بادشاہی کی طلب موجود ہے اور اگر بادشاہی آپ کی ہوتی تو اس کی طلب بے معنی تھی اور جب آپ نے رسولوں کو وعظ اور ارشاد کے لیے بھیجا تو ظاہر ہے کہ آپ کی نبوت ورسالت معروف ومشہور ہو چکی تھی۔ اور اس کا حلقۂ اثر بھی کافی وسیع ہو چکا تھا لیکن پھر بھی رسولوں کو یہی حکم دیا کہ آسمان کی بادشاہی کے نزدیک آجانے کی منادی کرتے جانا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابھی وہ بادشاہت

www.OnlyOneOrThree.com

قائم نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کا ابھی انتظار تھا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے ستر شاگردوں کو تبلیغ کے لیے روانہ کیا تو ان کو بھی اسی طرح منادی کی وصیت کی۔ انجیل لوقا میں ہے:۔

"جب شہر میں تم داخل ہو اور وہاں کے لوگ تمہیں قبول کریں تو جو کچھ تمہارے سامنے رکھا جائے کھاؤ اور وہاں کے بیماروں کو اچھا کرو اور ان سے کہو کہ خدا کی بادشاہی تمہارے نزدیک آ پہنچی ہے۔ لیکن جس شہر میں داخل ہو اور وہاں کے لوگ تمہیں قبول نہ کریں تو اس کے بازاروں میں جا کر کہو کہ ہم اس گرد کو بھی جو تمہارے شہر سے ہمارے پاؤں میں لگی ہے، تمہارے سامنے جھاڑے دیتے ہیں۔ مگر یہ جان لو کہ خدا کی بادشاہی نزدیک آ پہنچی ہے۔" (لوقا، باب ۱۰۔ ۸ تا ۱۱)

اس عبارت سے بھی صاف واضح ہے کہ ان ستر شاگردوں نے اس بادشاہت کے قریب پہنچنے کا ذکر کیا اور حضرت مسیحؑ نے بھی انھیں یہی الفاظ سکھلائے۔ خود ان کی سلطنت مراد ہوتی تو لوگوں کو یہ منادی کرنے کا حکم دیتے کہ آسمان کی بادشاہت ظاہر ہو چکی ہے۔ لہٰذا اس بادشاہت سے مراد وہی بادشاہت ہے جو دانیال علیہ السلام کی تعبیر میں تھی۔ اور حضرت یسعیاہ کی خوشخبری میں جس نے صحیح معنوں میں توحید خداوندی سے لوگوں کو روشناس کرایا اور اس کے احکام کو عملاً نافذ کر کے لوگوں کو صحیح معنوں میں اس شہنشاہِ حقیقی کا بندہ اور غلام بنایا۔ اور قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس منادی کو ان کلماتِ طیبات میں ادا کیا ہے:۔

"وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ"

"کہ میں بنی اسرائیل کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اس رسول کا مژدہ سنانے والا جو میرے بعد آتا ہے جن کا نام نامی اور اسم گرامی احمد ہے۔"

(نوٹ) اس حقیقت کی مزید توضیح انجیل برنباس کے واضح اور روشن بیانات سے

ہوتی ہے ۔)

شبہ کا ازالہ

عیسائی لوگ اس کی یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ جس بادشاہت کے قرب کی ان عبارات میں بشارت ہے ۔اس سے مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نزول کے بعد قائم ہونے والی بادشاہت ہے ۔ جس میں تمام دنیا پر مسیحیت کا دور دورہ ہوگا لیکن یہ تاویل ضعیف اور خلافِ ظاہر و متبادر ہونے کے علاوہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اپنے اعلان اور بیان کے بھی خلاف ہے ۔

جیسے قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے فریسیوں کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خدا کی بادشاہی ظاہری طور پر نہیں آئے گی اور لوگ یہ نہیں کہیں گے کہ دیکھو یہاں ہے یا وہاں ہے ۔ کیونکہ دیکھو خدا کی بادشاہی تمھارے درمیان موجود ہے ۔ ۔ ۔ ۔

(لوقا ۔ باب ۱۷، ۱ ـ ۲۰)

اگر دوبارہ دنیا پر تشریف لانے کے بعد اس کا قیام مراد ہوتا تو جب فریسیوں نے پوچھا ہی یہی تھا ، خدا کی بادشاہی کب آئے گی تو آپ کہہ دیتے کہ میرے دوبارہ ظہور پر ۔ لہذا یہ توجیہ اور تاویل قطعًا غلط ہے ۔

علاوہ ازیں آپ کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے پر مسیحیت کا دور دورہ ہوگا یا اسلام کا ، وہ تو وقت بتلائے گا ۔ فی الحال یہ دعوٰی رجم بالغیب اور تخمینہ و اندازہ کے سوا کچھ نہیں ۔ جبکہ اہلِ اسلام تو آپ کی اس آمد کو اسلامی سلطنت اور بادشاہت کا ہی حصہ سمجھتے ہیں ۔ کیونکہ آپ آکر اپنا صحیح مقام واضح کریں گے یعنی عبداللہ اور رسول اللہ ہونا ۔ اور الوہیت یا ابن اللہ ہونے سے براءت کا اظہار کریں گے اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت فرمائیں گے اور آپ کا وہ ظہور ایک

خلیفۂ اسلام اور خادم نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت سے ہوگا۔

سوال:۔

جب عیسٰی علیہ السلام کی زبانی ثابت ہوگیا کہ بادشاہی موجود ہے تو پھر نبی آخر الزمان علیہ السلام کی بشارت کیسے ثابت ہوئی؟ اور اس کو دانیال علیہ السلام کی تعبیر خواب سے کیا تعلق رہا؟

جواب:۔

اگر عیسٰی علیہ السلام یہ اعلان فرما چکے ہوتے تو ان فریسیوں کو اس سوال کی ضرورت ہی کب پیش آتی کہ خدا کی بادشاہی کب آئے گی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ انتظار میں ہی تھے اور مدت کا تعین کرانا چاہتے تھے۔ اور آپ کا اپنا اعلان، حواریوں کا اعلان، اور شاگردوں کا اعلان اور ان کی دعائیں اور حضرت یحیٰی کا اعلان، یہ سبھی مستقبل میں بادشاہت کے قائم ہونے پر ہی دلیل ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ پھر اس بیان میں اور اس اعلان میں تناقض و تعارض لازم آئے گا تو یہ مصنفین انجیل کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ صرف ایک جگہ نہیں بیسیوں جگہوں میں عہد جدید بلکہ قدیم میں بھی تعارض و تناقض موجود ہیں۔ جس کے چند نمونے "عیسائی مذہب" مؤلفہ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین رحمہ اللہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

نیز جب حضرت دانیال اور حضرت یسعیاہ، حضرت زکریا، حضرت حبقوق کے ارشادات اور انجیل برناباس کے بیسیوں اقتباسات سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت اور بادشاہت کی خوشخبری کا ثبوت واضح طور پر ملتا ہے۔ تو اس تعارض کو رفع کرنے کی یہی صورت متعین ہو جائے گی کہ ان اعلانات میں نبی امی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے

اور یہ قول لوقا صاحب کی ایجاد و اختراع ہے اور ہم نے تو اس کو بطور الزام ذکر کیا ہے لہٰذا اس سے ہمیں الزام دینے کا کیا مطلب۔

آئیے .... اب اس ملکوت سماوی اور شہنشاہیت کا تذکرہ زبور شریف سے ملاحظہ فرماتے جائیں۔

زبور شریف میں بشارت متعلق بہ سلطنتِ مصطفیٰ ﷺ

علیہ التحیّۃ والثّناء

"میں کس لیے طیش میں ہوں اور لوگ کیوں باطل خیال باندھتے ہیں خداوند اور اس کے مسیح کے خلاف زمین کے بادشاہ صف آرائی کرکے اور حاکم آپس میں مشورہ کرکے کہتے ہیں آؤ ہم ان کے بندھن توڑ ڈالیں اور ان کی رسیاں اپنے اوپر سے اتار پھینکیں۔ وہ جو آسمان پر تخت نشین ہے ہنسے گا۔ خداوند ان کا مضحکہ اڑائے گا، تب وہ اپنے غضب میں ان سے کلام کرے گا اور اپنے قہر شدید میں ان کو پریشان کرے گا۔ میں تو اپنے بادشاہ کو اپنے کوہِ مقدس صیون پر بٹھا چکا ہوں۔ میں اس فرمان کو بیان کروں گا۔ خداوند نے مجھ سے کہا تو میرا بیٹا ہے۔ آج تو مجھ سے پیدا ہوا، مجھ سے مانگ اور میں قوموں کو تیری میراث کے لیے اور زمین کے انتہائی حصے تیری ملکیت کے لیے تجھے بخشوں گا، تو ان کو لوہے کے عصا سے توڑے گا، کمہار کے برتن کی طرح ان کو چکناچور کرے گا۔ الخ" (زبور کتاب اول۔ باب ۲، آیت ۱ تا ۹)

مسیحی برادری کے نزدیک داؤد علیہ السلام نے اس قسم کے فرمودات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بشارات ذکر کی ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بشارات بھی صرف نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی سچی آتی ہیں۔ قوموں نے جن کے

خلاف اتحاد کیا اور ان کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر خوفزدہ ہوئیں اور اس نور کو بجھانے کی سر توڑ کوشش کی۔ وہ نور رسالتِ مصطفیٰ ﷺ اور نورِ اسلام ہے جس کے خلاف عرب کے قبائل جمع ہوئے۔ مدینہ طیبہ کا محاصرہ کیے رکھا اور بالآخر ذلت و رسوائی کے ساتھ دُم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہوئے اور بغیر جنگ و جدال کے اللہ تعالیٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصرت و فتح اور غلبہ و کامرانی عطا فرمائی اور آپ نے اعلان فرمادیا کہ کفر کی ہمارے خلاف یہ آخری یلغار تھی۔ اس کے بعد وہ کبھی ہم پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں کریں گے مدینہ کے یہودیوں نے بھی اس دوران قبائل عرب کا ساتھ دیا تھا اور اپنے سب عہد و پیمان توڑ ڈالے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ حرف بحرف پورا ہوا۔

"یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ
وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ"

اللہ تعالیٰ نے سخت آندھی بھیج کر ان کو بدحواس اور پریشان کر دیا اور بالآخر ایک ایک کرکے یہود اور دیگر قبائل کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے کے عصا یعنی تلوار سے توڑ ڈالا۔ اور چکنا چور کر دیا۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مزید تفصیلات کتب مغازی و تواریخ میں دیکھی جا سکتی ہیں لیکن جب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو بجائے اللہ تعالیٰ کے ان قوموں پر ہنستے اور ان کا مضحکہ اڑانے کے ہمیں تو وہ قومیں ان پر ہنستی اور ان کا مذاق اڑاتی نظر آتی ہیں اور بجائے اس کے کہ حضرت مسیح ان کو لوہے کے عصا سے توڑتے، انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا اور ہاتھوں میں میخیں گاڑیں، پہلوؤں کو نیزوں سے چھید ڈالا۔ جس کا تفصیلی تذکرہ نظر نواز ہو چکا ہے۔ لہٰذا یہ امر ہر طرح کے شک و شبہ

www.OnlyOneOrThree.com

سے بالاتر ہے کہ اس بشارت اور پیشنگوئی کا مصداق سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

سوال

اس بشارت میں تو مسیح کا نام صراحت سے موجود ہے لہذا اس سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر ہو سکتے ہیں؟

جواب

عہد قدیم و جدید کی کتابوں میں اس نبی و رسول کو جس کی بشارات لوگوں کو سنانے کے لیے انبیاء علیہم السلام مامور تھے، مسیح کے لقب سے یاد کیا گیا ہے مثلاً یوحنا نے قید خانہ سے اپنے دو شاگرد بھیج کر آپ سے دریافت کیا، کیا آنے والا مسیح تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں۔ علی ہذا القیاس، کئی مقامات پر یہ اطلاق موجود ہے تو اس سے فقط عیسیٰ علیہ السلام مراد لیا جانا درست نہیں اس لیے تمام یہود اجتماعی طور پر اس انتظار میں تھے کہ جب نبی آخر الزمان تشریف لائیں گے تو ان کے حلقۂ غلامی میں داخل ہوں گے اور جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح یعنی پیغمبر آخر الزمان سمجھتا تھا۔ وہ اس کو اپنی عبادت گاہوں کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔ اور اندر آ جاتا تو دھکے دے کر اور بے عزت کر کے نکال دیتے تھے۔ ملاحظہ ہو یوحنا باب ۹ - ۲۲:۔

"یہودی ایکا کر چکے تھے کہ اگر کوئی اس کے مسیح ہونے کا اقرار کرے تو عبادتخانہ سے خارج کیا جائے"

اور اسی انجیل یوحنا باب ۷ - ۲۷ پر مرقوم ہے:۔

"کیا سرداروں نے سچ جان لیا کہ مسیح یہی ہے؟ اس کو ہم جانتے ہیں کہ کہاں کا ہے

مگر مسیح جب آئے گا تو کوئی نہ جانے گا کہ وہ کہاں کا ہے؟"

باب ۷ - ۳۱ پر یوں مرقوم ہے

"مگر بھیڑ میں سے بہتیرے اس پر ایمان لائے اور کہنے لگے کہ مسیح جب آئے گا تو کیا اس سے زیادہ معجزے دکھائے گا جو اس نے دکھائے؟"

اور آیت ۴۰ باب ۷ پر اس طرح مذکور ہے:۔

"پس بھیڑ میں سے بعض نے یہ باتیں سن کر کہا بیشک یہی وہ نبی ہے اوروں نے کہا یہ مسیح ہے اور بعض نے کہا کیوں؟"

اور یوحنا باب ۶ - ۱۴ میں اس طرح وارد ہے:۔

"پس جو معجزہ اس نے دکھلایا وہ لوگ اس کو دیکھ کر کہنے لگے جو نبی دنیا میں آنے والا تھا، فی الحقیقت یہی ہے"

باب ۱۰ - ۲۴ میں اس طرح مذکور ہے:۔

"پس یہودیوں نے اس کے گرد جمع ہو کر اس سے کہا تو کب تک ہمارے دلوں کو ڈانواں ڈول رکھے گا! اگر تو مسیح ہے تو ہم سے صاف کہہ دے"

الغرض مسیح کا لفظ ان کتب میں پیغمبر آخر الزمان کے لیے استعمال ہوا ہے۔ نہ کہ بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لقب کے طور پر۔ اور ہم اہل اسلام آپ کو جو مسیح مانتے ہیں تو مستقل مقام نہ ہونے بلکہ ہر وقت سیر و سفر میں رہنے کی وجہ سے یا ہاتھ لگا کر بیماروں کو شفایاب کرنے کی وجہ سے، لہذا یہ الگ اصطلاح ہے اور تورات و انجیل کی اصطلاح الگ ہے۔ بلکہ قبل ازیں بیان کر چکا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بایں معنی مسیح ہونے کا اعلان نہ خود کیا اور نہ شاگردوں کو اس کی اجازت دی۔

ملاحظہ ہو انجیل لوقا باب ۹ - ۲۱:۔

"اس نے ان سے کہا لیکن تم مجھے کیا کہتے ہو؟ پطرس نے جواب میں کہا کہ خدا کا مسیح

www.OnlyOneOrThree.com

اس نے ان کو تاکید کر کے حکم دیا کہ یہ کسی سے نہ کہنا۔"

انجیل متی باب ۱۶ — ۲۰:۔

" اس وقت اس نے شاگردوں کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتانا کہ میں مسیح ہوں۔"

بلکہ انجیل برنباس میں مسیح ہونے کا صاف انکار ہے۔ اور صرف ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار آپ نے اس کا انکار کرنے کے بعد فرمایا میں تو ان کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہیں ہوں۔

سوال

اس بشارت میں تو یہ تذکرہ ہے کہ "میں تو اپنے بادشاہ کو اپنے کوہ مقدس صیون پر بٹھا چکا ہوں۔" اور صیون تو مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں نہیں بلکہ عرب میں بھی نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا مصداق نبی عربی کیونکر ہو سکتے ہیں؟

جواب

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ملک عرب کے ساتھ مختص نہیں بلکہ بخت نصر اور قیصر و کسریٰ کے علاقوں تک پھیلی ہوئی ہے اس لیے اس بشارت میں فلسطین و کنعان کا علاقہ بلکہ عراق و شام وغیرہ کا علاقہ بھی شامل ہے۔ اور اس میں بنی اسرائیل کے لیے سرزنش ہے کہ میں نے تمہاری حکومت ختم کر کے اس کو بنی اسماعیل کی طرف منتقل کر دیا ہے۔ جس طرح کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے گرد جنگ احزاب سے پہلے خندق کھودنے کا حکم دیا اور جب ایک سخت پتھر نمودار ہوا جو صحابہ کرام رض سے نہ ٹوٹ سکا تو آپ سے عرض کیا۔ آپ نے اس پر تین ضربیں لگائیں۔ ہر دفعہ ایک تہائی حصہ اس میں ریت کی طرح بہتا گیا اور پہلی دفعہ بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی اور شعلہ

www.OnlyOneOrThree.com

برآمد ہوا تو آپ نے کہا: "اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الشام۔ اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔ واللہ انی لابصر قصورها الحمر الساعة۔ بخدا میں اب اس کے سرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں۔"

دوبارہ مارا اور اس کی دوسری تہائی ریت کی طرح بہ گئی اور ایک شعلہ برآمد ہوا تو آپ نے فرمایا: "اللہ اکبر اعطیت مفاتیح فارس واللہ انی لابصر القصر الابیض من المدائن۔ اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بخدا میں اب مدائن کا کسروی قصر ابیض دیکھ رہا ہوں۔"

تیسری مرتبہ ضرب لگائی اور بقیہ تہائی کو ریزہ ریزہ کر دیا اس سے بھی شعلہ برآمد ہوا تو آپ نے فرمایا: "اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الیمن واللہ انی لابصر ابواب صنعاء من مکانی هذه الساعة۔ اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور میں اس وقت اپنی اس جگہ سے صنعاء کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں۔"

اس موقع پر مخالفین نے ازراہِ طعن و تشنیع کہا تھا، عجیب بات ہے اپنے گھر میں رہنا دوبھر ہو رہا ہے اور جانیں حلقوم تک پہنچ چکی ہیں۔ مگر دعویٰ فارس، شام اور یمن کی چابیاں ہاتھ آنے کا کیا جا رہا ہے اور کہا "ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا" یہ وعدہ سراسر دھوکا اور فریب ہی ہے۔ لیکن چشم فلک نے اس غیبی خبر کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ اور غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فارس کسریٰ سے، شام قیصر سے چھین کر اعلانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو ثابت کر دیا۔

اس ضمن میں قیصر روم ہرقل کا وہ بیان جو جناب ابو سفیان سے منقول ہے، اور ان کے ساتھ ہرقل کی وہ گفتگو جو اس وقت ہوئی جب وہ بیت المقدس کو کسریٰ سے دوبارہ حاصل کر چکا تھا اور اس فتح کی خوشی میں پیدل چل کر بیت المقدس میں حاضر ہوا اور اسی دوران عظیم بصریٰ کے ذریعے اس کو حضرت دحیہ کلبی نے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا

خط دیا۔ اس نے عرب تجار کا پتہ لگانے کا حکم دیا۔ ابوسفیان بمعہ اپنے ساتھیوں کے اس کے پاس لائے گئے۔ اس نے طویل مذاکرہ میں مختلف سوالات کیے اور بالآخر ان سے کہا:۔

" ان یکن ما قلت حقاً فیوشك ان یملك موضع قدمی ھاتین واللہ لو اعلم انی اخلص الیہ لتجشمت لقاءہ ولو کنت عندہ لغسلتُ عن قدمیہ "

(یہ جو کچھ تو نے بیان کیا اگر درست ہے تو عنقریب وہ میرے قدموں کے نیچے والی جگہ کے مالک بن جائیں گے۔ بخدا اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اپنے ارکینِ سلطنت سے بچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں تو ضرور ان کے پاس حاضر ہونے کی کوشش کرتا اور اگر ان کے پاس ہوتا تو ان کے قدم دھویا کرتا)

یہ جناب ابوسفیان کے ساتھ اس وقت کا پیش آنے والا واقعہ ہے جبکہ وہ حلقۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے، لہذا نہ ان کی طرف سے ہرقل کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مبالغہ آرائی کر کے دھوکا دینے کا گمان کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ہرقل کے ردعمل میں کسی قسم کی مبالغہ آرائی کا تصور کیا جا سکتا ہے اور کچھ بھی ہو واقعات اور حقائق نے اس توہم کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ کیونکہ اسرائیل کے تمام مقاماتِ مقدسہ مجموعی طور پر تیرہ سو سال بھی زیادہ عرصہ تک اہلِ اسلام کے زیرِ تصرف رہے اور حضرت مہدی کے دور میں انشاء اللہ پھر یہ علاقہ اہل اسلام کے ہاتھوں میں ہوگا۔

آئیے ذرا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زبانی ہی اس کا فیصلہ کرائیں کہ یہ علاقہ کس کی مملکت میں شامل ہوگا۔

انجیل لوقا باب ۱۹ – ۴۲ پر مرقوم ہے:۔

" جب نزدیک آ کر شہر کو دیکھا تو اس پر رویا اور کہا، کاش کہ تو اپنے اسی دن میں

سلامتی کی باتیں جانتا مگر اب وہ تیری آنکھوں سے چھپ گئی ہیں کیونکہ وہ دن اب تجھ پر آئیں گے کہ تیرے دشمن تیرے گرد مورچہ باندھ کر تجھے گھیر لیں گے اور ہر طرف سے تنگ کریں گے اور تجھ کو اور تیرے بچوں کو جو تجھ میں ہیں زمین پر دے ٹپکیں گے اور تجھ میں کسی پتھر پر پتھر کو باقی نہ چھوڑیں گے اس لیے کہ تو نے اس وقت کو نہ پہچانا جب تجھ پر نگاہ کی گئی "۔

ڈاکٹر بلیکی صاحب نے تواریخ بائیبل میں اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے تسلیم کیا ہے کہ ان آیات میں حضرت عمرؓ کے فتح یروشلم اور ہیکل کی جگہ مسجد صخرہ کی تعمیر کی طرف اشارہ ہے اور رومی فتوحات کے علاوہ اہلِ اسلام کا تسلط بھی مسیح کی نظر میں گھوم گیا۔ صفحہ ۵۱۶، ۵۱۷ ملاحظہ کریں۔ اس کی مزید تصدیق و تائید بھی حضرت یسعیاہ علیہ السلام کے مکہ مکرمہ کے متعلق مژدوں اور بشارتوں سے عنقریب ذکر کی جائے گی۔

جوابِ دیگر

ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ مکہ مکرمہ پر صیون کا اطلاق درست نہیں بلکہ حضرت یسعیاہ علیہ السلام کے کلام میں مکہ مکرمہ کے متعلق مذکور ہے:۔

" اور وہ تیرا نام خداوند کا شہر اسرائیل کے قدوس کا صیون رکھیں گے " (باب ۶۰ – ۱۴)

لہذا یہ بہانہ بھی لغو اور ناقابلِ اعتبار و التفات ہے، تفصیلی عبارت بعد میں ذکر کی جائے گی جس کو دیکھ کر ہر منصف پکار اٹھے گا کہ یہ بشارت صرف مکہ مکرمہ کے لیے ہے اور وہی خداوند کا شہر اور قدوس رب کا صیون۔ والحمد للہ علیٰ ذلک ⁂

www.OnlyOneOrThree.com

اُمتِ اُمّیّہ عربیہ کی بشارت

پولس رسول کے رومیوں کی طرف لکھے ہوئے خط سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ لکھتا ہے:-

"موسیٰ علیہ السلام کہتا ہے کہ میں ان سے تم کو غیرت دلاؤں گا جو قوم ہی نہیں ایک نادان قوم سے تم کو غصہ دلاؤں گا۔ پھر یسعیاہ بہت دلیر ہو کر یہ کہتا ہے کہ جنھوں نے مجھے نہیں ڈھونڈا انھوں نے مجھے پالیا۔ جنھوں نے مجھ سے نہیں پوچھا ان پر میں ظاہر ہو گیا۔ لیکن اسرائیل کے حق میں یوں کہتا ہے کہ میں دن بھر ایک نافرمان اور حجتی امت کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتا رہا۔ (باب ۱۰۔ ۱۹، ۲۰، ۲۱)

اور یہ بات محتاجِ وضاحت نہیں کہ عرب لوگ آسمانی علوم سے بے خبر ہونے اور توہم پرستی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کوئی معتدبہ قوم نہیں سمجھی جاتی تھی اور ان کی نادانی اور جہالت معروف و مشہور تھی اور بُت پرستی میں منہمک ہو کر انھوں نے کبھی اللہ تعالیٰ کے متعلق نہ دریافت کیا اور نہ ہی اس کو پایا۔ جبکہ بنی اسرائیل میں یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام آتے رہے اور بنی اسرائیل کی تعلیم و تربیت میں کوشاں رہے اور انھیں اللہ تعالیٰ کی راہ بتلاتے رہے اور انھیں خدائے تعالیٰ سے روشناس کرانے میں کوشاں رہے لہذا یہاں بلاشک وشبہ اس قوم سے مراد قوم عرب ہے جن کو

اللہ تعالےٰ نے نبی امّی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنا تعارف کرایا اور ان پر ظاہر ہوا اور انھوں نے اسے پالیا۔ اور پھر ان کو سلطنت وحکومت عطا کر کے اور زمین کے اطراف واکناف میں ان کی حکومت کو وسعت دے کر بنی اسرائیل کو غم وغصہ دلایا۔ اور حسد وعناد کی آگ میں جلایا اور ان کو یکے بعد دیگرے جلاوطنی اور حیرانی وسرگردانی میں مبتلا کیا اور حلقۂ اسلام میں داخل ہونے یا اہلِ اسلام کا باج گزار ہونے کے علاوہ ان کے لیے کوئی چارہ کار نہ چھوڑا اور ان سے نفرت وبیزاری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ حجتی اور نافرمان ہیں۔ لہذا اس نے ان کو ٹھکرا دیا ہے اور ان کی جگہ دوسری قوم کو اپنی نگاہِ لطف وکرم سے نوازا ہے۔

لہذا موسیٰ علیہ السلام اور یسعیاہ علیہ السلام کے ان ارشادات میں بھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت وسلطنت اور اسلام کی بادشاہت کا واضح بیان موجود ہے۔ اور وہی مقام اسرائیل کے قدوس کا صیون ہے جس جگہ اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ہے۔

وہی ہے طور جہاں پڑ گئی نگاہ تیری
وہی چمن ہے جہاں مُسکرا دیا تُو نے

اور زبور شریف سے پیش کردہ بشارت کا یہ جملہ بالکل واضح ہو گیا "میں قوموں کو تیری میراث کے لیے اور زمین کے انتہائی حصے تیری ملکیت کے لیے تجھے بخشوں گا۔"
کیونکہ غیرت دلانے اور غم وغصہ کی آگ میں جلانے کا اہم سبب یہی ہے اور لوہے کا عصا جو آپ کے ہاتھ میں دیا گیا وہ تلوار ہے جس کے ذریعے دشمنوں کو تہس نہس کیا گیا۔ اور اس میں شک وارتیاب کی کس کو گنجائش ہو سکتی ہے کہ حکومت اور سلطنت عطا کی گئی تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو، اور تلوار و جہاد کے ساتھ بھیجے گئے تو رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام جنھوں نے فرمایا کہ

www.OnlyOneOrThree.com

کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کے سامنے کر دو۔ وغیرہ وغیرہ اور خود سولی پر چڑھا دیے گئے اور بالآخر پکار پکار کر کہا "اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا"

داؤد علیہ السلام کے اس اعلان کے بعد اب ان کے فرزند ارجمند حضرت سلیمان علیہ السلام کا اعلان سماعت فرماتے جائیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آنے والا بادشاہ بادشاہوں کا بھی سردار و آقا ہے اور ان کے دلوں کی آرزو۔

سلیمان علیہ السلام کی بشارت سلطنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

"اے خدا بادشاہ کو اپنے احکام اور شاہزادہ کو اپنی صداقت عطا فرما۔ وہ صداقت سے تیرے لوگوں کی اور انصاف سے تیرے غریبوں کی عدالت کرے گا۔ ان لوگوں کے لیے پہاڑوں سے سلامتی اور پہاڑیوں سے صداقت کے پھل پیدا ہوں گے وہ ان لوگوں کے غریبوں کی عدالت کریگا وہ محتاجوں کی اولاد کو بچائے گا اور ظالم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا جب تک سورج اور چاند قائم ہیں لوگ نسل در نسل تجھ سے ڈرتے رہیں گے۔

وہ کٹی ہوئی گھاس پر مینہ کی مانند اور زمین کو سیراب کرنے والی بارش کی طرح نازل ہوگا اس کے ایام میں صادق بہرہ مند ہونگے اور جب تک چاند قائم ہے خوب امن ہوگا۔ اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے زمین کی انتہا تک ہوگی۔ بیابان کے رہنے والے اس کے آگے جھکیں گے اور اس کے دشمن خاک چاٹیں گے۔ ترسیس کے اور جزیروں کے بادشاہ نذریں گزرانیں گے۔ سب اور سبا کے بادشاہ ہدیے لائیں گے بلکہ سب بادشاہ اس کے سامنے سرنگوں ہوں گے۔ کل قومیں اس کی مطیع ہونگی ..... لوگ برابر اس کے حق میں دعا کریں گے وہ دن بھر اسے دعا دیں گے ...... اس کا نام ہمیشہ قائم رہے گا۔ جب تک سورج ہے اس کا نام رہے گا اور لوگ اس کے وسیلہ سے برکت پائیں گے، سب قومیں اس کو خوش نصیب کہیں گی" (زبور ۷۲)

ارضِ حجاز اور مکہ مکرمہ کے متعلق بشارات

حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت دی:۔

"اے بانجھ! تو جو بے اولاد تھی نغمہ سرائی کر، تو جس نے ولادت کا درد برداشت نہیں کیا، خوشی سے گا اور زور سے چلا۔ کیونکہ خداوند فرماتا ہے کہ بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد شوہر والی کی اولاد سے زیادہ ہے، اپنی خیمہ گاہ کو وسیع کر دے، ہاں اپنے مسکنوں کے پردے پھیلا، دریغ نہ کر، اپنی ڈوریاں لمبی اور اپنی میخیں مضبوط کر اس لیے کہ تو داہنی اور بائیں طرف بڑھے گی اور تیری نسل قوموں کی وارث ہوگی اور ویران شہروں کو بسائے گی۔ خوف نہ کر کیونکہ پھر تو پشیمان نہیں ہوگی۔ تو نہ گھبرا کیونکہ تو پھر رُسوا نہ ہوگی اور اپنی جوانی کا ننگ بھول جائے گی اور اپنی بیوگی کی عار کو پھر یاد نہ کرے گی۔ کیونکہ تیرا خالق تیرا شوہر ہے اس کا نام رب الافواج ہے اور تیرا فدیہ دینے والا اسرائیل کا قدوس ہے وہ تمام روئے زمین کا خدا کہلائے گا۔

کیونکہ تیرا خدا فرماتا ہے کہ خداوند نے تجھ کو متروکہ اور دل آزردہ بیوی کی طرح ہاں جوانی کی مطلوقہ بیوی کی مانند پھر بلایا ہے۔ میں نے ایک دم کے لیے تجھے چھوڑ دیا لیکن رحمت کی فراوانی سے تجھے لے لوں گا، خداوند تیرا نجات دینے والا فرماتا ہے کہ میں نے قہر کی شدت سے ایک دم کے لیے تجھ سے منہ چھپایا پر اب میں ابدی شفقت

اس فرمود میں حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی اور اپنے والد گرامی کی مدح سرائی تو کر نہیں رہے جیسے کہ ظاہر ہے کہ سب صیغے غائب اور مستقبل کے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ بادشاہ بنے اور نہ ہی شہزادے تھے، لہٰذا وہ ہستی جو سراپا رحمت و کرم بن کر دنیا پر ظہور فرما ہوئی، جملہ عالم کے لیے بالعموم اور اہل ایمان کے لیے بالخصوص اور جنھوں نے دورانِ جنگ بھی بچوں عورتوں اور بوڑھوں سے تعرض اور چھیڑ چھاڑ اور ان کے قتل و ایذا کو بالکل ممنوع ٹھہرایا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، انھیں کی حکومت بحرِ اوقیانوس سے بحرِ سند تک اور دریائے فرات سے انتہائے زمین تک قائم ہوئی۔ شاہانِ رُوئے زمین نے آپ کے حضور ہدیے اور تحائف بھیجے جیسے مقوقس اور ہرقل قیصر روم وغیرہ نے اور سبھی بادشاہ آپ کے سامنے سرنگوں ہوئے اور عراق، شام، مصر بلکہ اندلس وغیرہ کے بسنے والے بھی ان کے حلقۂ غلامی میں آئے۔

لوگ نمازوں میں اور ان کے علاوہ ہر وقت ان کی ذات والا صفات پر درود و سلام بھیجتے رہتے ہیں اور ان کے ہی وسیلۂ جلیلہ سے دنیا و آخرت میں ہر ایک برکت اور رحمت حاصل ہوتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ان بشارات کا انطباق کسی طرح بھی موزوں نہیں بلکہ لہٰذا یہ بھی صرف نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے۔

www.OnlyOneOrThree.com

سے تجھ پر رحم کروں گا۔ کیونکہ میرے لیے یہ طوفانِ نوح کا سا معاملہ ہے کہ جس طرح میں نے قسم کھائی تھی کہ پھر زمین پر نوح کا سا طوفان کبھی نہیں آئے گا اسی طرح اب میں نے قسم کھائی ہے کہ میں تجھ سے پھر کبھی آزردہ نہیں ہوں گا اور تجھ کو نہ جھڑکوں گا۔"

خداوند تجھ پر رحم کرنے والا یوں فرماتا ہے کہ پہاڑ تو جاتے رہیں اور ٹیلے ٹل جائیں لیکن میری شفقت تجھ پر سے کبھی نہیں جاتی رہے گی۔ اور میرا صلح کا عہد نہ ٹلے گا۔ اے مصیبت زدہ اور طوفان کی ماری اور تسلی سے محروم! دیکھ میں تیرے پتھروں کو سیاہ ریختہ لگاؤں گا اور تیری بنیاد نیلم سے ڈالوں گا۔ میں تیرے کنگروں کو لعلوں اور تیرے پھاٹکوں کو شب چراغ اور تیری ساری فصیل بیش قیمت پتھروں سے بناؤں گا۔

تیرے سب فرزند خداوند سے تعلیم پائیں گے اور تیرے فرزندوں کی سلامتی کامل ہوگی تو راستبازی سے پائیدار ہو جائے گی، تو ظلم سے دور رہے گی۔ کیونکہ تو بے خوف ہوگی اور دہشت سے دور رہے گی کیونکہ وہ تیرے قریب نہ آئے گی۔ ممکن ہے کہ وہ کبھی اکٹھے ہوں پر میرے حکم سے نہیں، جو تیرے خلاف جمع ہوں گے وہ تیرے ہی سبب سے گریں گے..... کوئی ہتھیار جو تیرے خلاف بنایا جائے کام نہیں آئے گا اور جو زبان عدالت میں تجھ پر چلے گی تو اسے مجرم ٹھہرائے گی۔ خداوند فرماتا ہے یہ میرے بندوں کی میراث ہے اور ان کی راستبازی مجھ سے ہے (یسعیاہ باب ۵۴)

اسی طرح یسعیاہ کے باب ۶۰ پر بھی کعبہ مبارکہ کے متعلق بڑی وضاحت کے ساتھ بشارت موجود ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:۔

"اٹھ منور ہو کیونکہ تیرا نور آگیا اور خداوند کا جلال تجھ پر ظاہر ہوا کیونکہ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی اور تیرگی امتوں پر۔ لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا اور اس کا جلال تجھ پر نمایاں ہوگا اور قومیں تیری روشنی کی طرف آئیں گی اور سلاطین تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گے۔ اپنی آنکھیں اٹھا کر چاروں طرف دیکھ، وہ سب کے سب اکٹھے

ہوتے ہیں اور تیرے پاس آتے ہیں۔ تیرے بیٹے دور سے آئیں گے اور تیری بیٹیوں کو گود میں اٹھا کر لائیں گے تب تو دیکھے گی اور منور ہوگی۔ ہاں تیرا دل اُچھلے گا اور کشادہ ہوگا۔ کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی اونٹوں کی قطاریں اور مدیان اور عیفہ کی سانڈنیاں آ کر تیرے گرد بے شمار ہوں گی۔ وہ سب سبا سے آئیں گے اور سونا اور لبان لائیں گے اور خداوند کی حمد کا اعلان کریں گے۔

قیدار کی سب بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی، نبایوت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میرے مذبح پر مقبول ہوں گے اور میں اپنی شوکت کے گھر کو جلال بخشوں گا۔ یہ کون ہیں جو بادل کی طرح اڑے چلے آتے ہیں اور جیسے کبوتر اپنی کابک کی طرف؟

یقیناً جزیرے میری راہ دیکھیں گے اور ترسیس کے جہاز پہلے آئیں گے کہ تیرے بیٹوں کو ان کی چاندی اور ان کے سونے سمیت دور سے خداوند تیرے خدا، اور اسرائیل کے قدوس کے نام کے لیے لے آئیں۔ کیونکہ اس نے تجھے بزرگی بخشی ہے اور بیگانوں کے بیٹے تیری دیواریں بنائیں گے اور ان کے بادشاہ تیری خدمتگزاری کریں گے۔

اگرچہ میں نے اپنے قہر سے تجھے مارا۔ پر اپنی مہربانی سے میں تجھ پر رحم کروں گا۔ اور تیرے پھاٹک ہمیشہ کھلے رہیں گے وہ دن رات کبھی بند نہ ہوں گے تاکہ قوموں کی دولت اور ان کے بادشاہوں کو تیرے پاس لائیں۔ کیونکہ وہ قوم اور وہ مملکت جو تیری خدمت گزاری نہ کرے گی برباد ہو جائے گی۔ ہاں وہ قومیں بالکل ہلاک کی جائینگی ..... تیرے غارتگروں کے بیٹے تیرے سامنے جھکتے ہوئے آئیں گے اور تیری تحقیر کرنے والے سب تیرے قدموں پر گریں گے اور وہ تیرا نام خداوند کا شہر

www.OnlyOneOrThree.com

اسرائیل کے قدوس کا میون رکھیں گے۔

اس لیے کہ تو ترک کی گئی اور تجھ سے نفرت ہوئی، ایسا کہ کسی آدمی نے تیری طرف گزر بھی نہیں کیا۔ میں تجھے ابدی فضیلت اور پشت در پشت کی شادمانی کا باعث بناؤں گا تو قوموں کا دودھ بھی پی لے گی۔ ہاں بادشاہوں کی چھاتی چوسے گی اور تو جانے گی کہ میں خداوند تیرا نجات دینے والا اور یعقوب کا قادر تیرا فدیہ دینے والا ہوں۔ میں پیتل کے بدلے سونا لاؤں گا اور لوہے کے بدلے چاندی اور لکڑی کے بدلے پیتل اور پتھروں کے بدلے لوہا۔

اور میں تیرے حاکموں کو سلامتی اور تیرے عاملوں کو صداقت بناؤں گا۔ پھر کبھی تیرے ملک میں ظلم کا ذکر نہ ہوگا۔ اور نہ تیری حدود کے اندر خرابی اور بربادی کا۔ بلکہ تو اپنی دیواروں کا نام نجات اور اپنے پھاٹکوں کا حمد رکھے گی۔ پھر تیری روشنی نہ دن کو سورج سے ہوگی نہ چاند کے چمکنے سے، بلکہ خداوند تیرا ابدی نور اور تیرا خدا تیرا جلال ہوگا۔ تیرا سورج کبھی نہ ڈھلے گا اور تیرے چاند کو زوال نہ ہوگا کیونکہ خداوند تیرا ابدی نور ہوگا اور تیرے ماتم کے دن ختم ہو جائیں گے اور تیرے لوگ سب کے سب راستباز ہوں گے۔ وہ ابد تک ملک کے وارث ہوں گے۔ یعنی میری لگائی ہوئی شاخ اور میری دستکاری ٹھہریں گے تاکہ میرا جلال ظاہر ہو۔

سب سے چھوٹا ایک ہزار ہو جائے گا اور سب سے حقیر ایک زبردست قوم میں خداوند عین وقت پر یہ سب کچھ جلا کردے گا۔ (یسعیاہ باب ۶۰)

تبصرہ

۱۔ جس جگہ کو اللہ تعالیٰ نے بانجھ اور بے کس چھوڑی ہوئی سے تعبیر کیا ہے وہ مکہ مکرمہ کے علاوہ کونسی جگہ ہو سکتی ہے جس میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام جو اس جگہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو تعمیر کرنے کے ساتھ مامور ہوئے ان کے

بعد اس میں کوئی مبعوث نہ ہوا۔ جبکہ بیت المقدس میں یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے، لہذا اس بانجھ اور بے کس کو نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد و بعثت کا مژدہ سنایا گیا۔ اور اس کو سب سابقہ دردوں اور دکھوں کے مداوا اور ابدی راحت اور خوشی اور امن و سکون کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ قوموں اور سلاطین کا مرجع بلکہ ملجا اس کو قرار دیا گیا۔ اور مدیان وعیفہ کے اونٹوں اور سانڈنیوں کی قطاروں کا اس کی طرف رواں دواں ہونا۔ اور یہی مضامین قرآن مجید میں بھی موجود ہیں، اللہ تعالے نے فرمایا:۔

"وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا" (اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے جائے بازگشت اور مقام امن بنایا)

وقال تعالیٰ:۔

"وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ" (اے میرے خلیل! (تعمیر کعبہ کے بعد) لوگوں میں حج کے لیے اعلان کرو، وہ آپ کے پاس پیدل اور ہر دبلی پتلی اونٹنی پر سوار ہو کر ہر گزرگاہوں سے حاضر ہوں گے)

اور چونکہ بلانے پر آئیں گے لہذا لبيك اللهم لبيك لا شريك لك ان الحمد والنعمة لك والملك کہتے ہوئے حاضر ہوں گے اور اسی تلبیہ وتحمید کو عہد قدیم میں "اور خداوند کی حمد کا اعلان کریں گے" سے تعبیر کیا۔

۲۔ قربانی کے جانوروں کا قیدار اور نبایوت کے مینڈھوں اور بھیڑوں کی صورت میں آنا بھی صرف مکہ مکرمہ میں ہی ہو سکتا ہے کیونکہ یہ دونوں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند ہیں اور ان کا بیت المقدس کے مذبح پر اپنے جانوروں کو لے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا اور نہ کوئی ان کی اولاد میں سے کسی کا اس طرح قربانی کے

www.OnlyOneOrThree.com

جانور کو لے جانے کا ثبوت پیش کر سکتا ہے۔ اگر یہ تسلی مطلوب ہو کہ بنایوت اور قیدار حضرت اسماعیلؑ کے فرزند تھے تو پیدائش باب ۲۵ ـ ۱۳ ملاحظہ کریں۔

۳۔ آیا کوئی شخص یہ ثابت کر سکتا ہے کہ بیت اللہ شریف کے علاوہ کسی مقدس مقام میں محض اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی حمد کی خاطر لوگ اس کثرت سے حاضری دیتے ہوں اور اس قدر قربانیاں پیش کرتے ہوں اور اقوامِ عالم اور ان کے سلاطین مصروفِ طواف اور محوِ حمد و ذکرِ باری ہوں اور بیت الہدیٰ وہ مقدس جگہ ہے جہاں کی حاضری موجبِ نجات و خلاص ہے اور حج کے بعد تمام گناہ معاف ہو کر حاجی یوں ہو جاتا ہے جیسے آج اسے ماں نے جنم دیا ہو۔

۴۔ اگر اللہ تعالیٰ کے گھر کی کہیں اس اہتمام سے تعمیر اور توسیع ہوئی اور ہو رہی ہے تو وہ بیت اللہ شریف ہے۔ بیت المقدس کی ہیکل نظروں سے اوجھل ہوئے تو دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ ہوا۔ اب بھی وہاں مسجد اور عبادت گاہ ہے تو اہلِ اسلام اور خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی تیار کردہ لہٰذا اس بشارت میں قطعاً بیت المقدس کا تعمیر ہونا مراد نہیں۔

۵۔ جس جگہ کا بخت و اقبال سلامت اور اس کی روشنی ابدی ہے تو وہ بھی بیت اللہ شریف ہی ہے کیونکہ بیت المقدس سے یہود اور نصاریٰ کی تعلیمات اور شریعت کو رخصت ہوئے دو ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ ہوا بلکہ وہ تو انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص عیسیٰ علیہ السلام کا مذبح بن کر رہ گیا اور دوسری اقوام کے تسلط میں رہا۔ یا پھر اہلِ اسلام کے زیرِ انتظام۔

۶۔ اسی طرح "سب سے چھوٹا ایک ہزار ہو جائے گا اور سب سے حقیر ایک زبردست قوم" کی بشارت بھی قریش اور غلامانِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آتی ہے کیونکہ یہ لوگ اُمّی ہونے کی وجہ سے کسی عزت و قدر کے مستحق نہیں سمجھے جاتے

تھے لیکن معلمِ حکمت اور معلمِ ام الکتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت نے ان کو علم و اخلاق میں اعلیٰ مراتب پر فائز کیا اور مہذب اقوام کا امام بنا دیا اور ان میں مذہبی غیرت اور جذبۂ جہاد بیدار کر کے ناقابلِ تسخیر قوم بنا دیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد جنگ و جدال اور بنی اسرائیل کے خلاف نبرد آزما رہنے کی وجہ سے بہت کم تعداد میں رہ گئی تھی۔ لیکن بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ بڑھا دیا حتیٰ کہ بنی اسرائیل ان کے مقابل قلیل ترین نظر آنے لگے۔

یسعیاہ باب ۲۱ ـ ۱۷ پر بنی قیدار کی قلت کا بیان اس طرح مرقوم ہے:۔

"کیونکہ خداوند نے مجھ سے فرمایا کہ مزدور کے برسوں کے مطابق ایک برس کے اندر اندر قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیر اندازوں کی تعداد کا بقیہ یعنی بنی قیدار کے بہادر تھوڑے سے ہوں گے کیونکہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے"۔

لہٰذا اس حشمت سے محروم اور قلیل تعداد کو بڑھانے اور شان و شکوہ اور جاہ و جلال سے نوازنے کا یہاں اعلان کیا گیا ہے اور اس کی صداقت کسی بھی صاحبِ بصیرت اور صاحبِ نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اور اس کی مزید وضاحت حضرت یسعیاہ کے اس اعلان سے ہو جاتی ہے جو باب ۶۵ آیت ۱ میں مذکور ہے:۔

"جو میرے طالب نہ تھے میں ان کی طرف متوجہ ہوا۔ جنھوں نے مجھے ڈھونڈا نہ تھا، مجھے پا لیا۔ میں نے ایک قوم سے جو میرے نام سے نہیں کہلاتی تھی، فرمایا دیکھ میں حاضر ہوں"۔

اور اسی مضمون کو پولس رسول نے رومیوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اس طرح نقل کیا ہے:۔

"میں ان سے تم کو غیرت دلاؤں گا جو قوم ہی نہیں۔ ایک نادان قوم سے تم کو

www.OnlyOneOrThree.com

غصہ دلاؤں گا۔" ملاحظہ ہو رومیون باب ۱۰، آیت ۱۹، اور حضرت یسعیاہ کے اس قول کو بھی ساتھ ہی نقل کیا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ امت عربیہ تعداد کے اعتبار سے قلیل تھی اور علم و تربیت سے محرومی کی وجہ سے ناقابلِ التفات و اعتبار، اور وہ خداوند کے نام سے معروف بھی نہیں تھی۔ صرف بنی اسرائیل اس دور میں دنیا کے اندر خداوند کی قوم کے نام سے معروف تھی لہٰذا اس عبارت کا مفہوم بالکل وہی ہے جو قرآن نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے:۔

"ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ" (اللہ رب العزت ہی وہ ذاتِ والا شان ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ایک رسول انہیں میں سے بھیجا جو اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے)

۷۔ اس رسول کی بعثت سے مکہ مکرمہ میں جو نورِ اسلام ظہور پذیر ہوا اور اس نے مکہ مکرمہ کو روشن کیا اور پھر پورے عالم کو اسی کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکہ مکرمہ کو خطاب کیا گیا ہے:۔

"اٹھ منور ہو کیونکہ تیرا نور آگیا اور خداوند کا جلال تجھ پر ظاہر ہوا"

اور یہی مضمون قول باری "قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ" کا ہے۔

اور یسعیاہ میں "قومیں تیری روشنی کی طرف آئیں گی اور سلاطین تیرے طلوع

کی تجلی میں چلیں گے"، کے اندر عظمتِ رسالت اور شکوہ وحی و الہام کو جس انداز میں بیان کیا گیا ہے، قول باری تعالیٰ:۔

"دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا" میں وہی مضمون بیان کیا گیا کہ نبی آخر الزمان ﷺ کی تعلیم و تربیت اور حکمت و رزش سے قوموں اور ان کے سلاطین کو نور اور روشنی حاصل ہوگی اور اس سراج منیر سے سبھی مستنیر و مستفید ہوں گے۔

اور آفتابِ نبوت کے طلوع ہی کو "لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا اور اس کا جلال تجھ پر نمایاں ہوگا" سے تعبیر کیا گیا۔ جس طرح کہ آپ کے کوہِ فاران سے ظہورِ رسالت کو استثناء اور حبقوق میں "قدوس کوہِ فاران سے آیا اور وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا" کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔

ملاحظہ ہو استثناء باب ۳۳-۱، اور حبقوق باب ۳-۲۔

اور قرآن مجید میں اسی منصب و مرتبت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

"مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"

(جس نے رسول گرامی کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی)

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ"

(بے شک جو لوگ آپ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں، وہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے)

"وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی"

(نہیں مارا آپ نے جبکہ مارا آپ نے لیکن اللہ تعالیٰ نے خود مارا)

www.OnlyOneOrThree.com

الغرض دونوں طرح کے مضامین میں صرف زبان کا فرق ہے، حقیقت میں کوئی فرق نہیں۔ اور ان بشارات میں صرف مکہ مکرمہ کی فضیلت اور مرکزیت ہی ثابت نہیں بلکہ صاحبِ مرکز کی عظمت اور ان کی امت کی عظمت بھی پوری طرح نمایاں ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ ط

تاکستان کی تمثیل اور نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت

انجیل متی باب ۲۱-۳۳، اور انجیل مرقس باب ۱۲-۱ پر رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور سلطنت کو ایک تمثیل میں بیان کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:-

"ایک اور تمثیل سنو! ایک گھر کا مالک تھا اس نے تاکستان لگایا اور اس کی چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور بُرج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا گیا۔ جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا پھر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا کہ یہی وارث ہے آؤ اس کو قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کرلیں اور اسے پکڑ کر تاکستان سے باہر نکالا اور قتل کر دیا۔ پس جب تاکستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟

انھوں نے اس سے کہا ان بدکاروں کو بُری طرح ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دے۔ یسوع نے ان سے

www.OnlyOneOrThree.com

کہا، کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا، جس پتھر کو معماروں نے رد کیا، وہی کونے کے سر کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وہ گرے گا اس کو پیس ڈالے گا۔

اور جب سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اس کی تمثیل سُنی تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے اور وہ اسے پکڑنے کی کوشش میں تھے لیکن لوگوں سے ڈرتے تھے۔ کیونکہ وہ (لوگ) اس کو نبی جانتے تھے۔ (آیت ۳۳ تا ۴۶)

اس تمثیل میں باغِ انگور سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور انگوری باغ سے مراد شریعت ہے اور اس کے گرد احاطہ اور اس میں حوض اور برج محرمات اور فرائض و واجبات کی طرف اشارہ ہے۔ اور نوکروں سے انبیاء و رُسل کی طرف اشارہ ہے اور باغبانوں سے مراد قوم یہود اور فریسی ہیں جو انبیاء و رسل پر تشدد کرتے رہے اور بعض کو شہید بھی کیا۔

کما قال اللہ تعالیٰ "یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ"

اور بیٹے سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو کہ مطیع عبد پر اطلاق کیا جاتا ہے، جسے یہود نے بزعم خویش سولی پر لٹکانے کا منصوبہ بنا رکھا تھا اس کے بعد جن باغبانوں کو یہ باغ سونپا گیا وہ امت امیہ عربیہ ہے جن کے پاس اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور انھوں نے شریعت پر پورا پورا عمل کر کے دکھلایا اور نیک اعمال کا ثمرہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہود کو تباہ و برباد کیا اور ان سے آسمانی بادشاہت لے لی اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلاموں کو دی۔

جس پتھر کو معماروں نے رد کیا تھا وہ اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام تھی جن کو یہود انتہائی حقیر

سمجھتے تھے اور وہی لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ تربیت سے اقوامِ عالم کے بادشاہ بنے اور جو اُن سے ٹکرایا پاش پاش ہوا اور جس پر وہ ٹوٹ پڑے اس کو پیس کر رکھ دیا اور یہ انقلابِ زمانہ اور گردشِ دوراں عجیب تر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر پست قوم کو کس بامِ عروج پر پہنچایا اور اس قدر بلند مرتبت کہلانے والی قوم کو کس قدر قعرِ مذلت میں گرایا۔

اس تمثیل سے بالکل واضح ہو گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے بعد یہود کو تباہ و برباد کر کے آسمانی حکومت دوسری قوم کو دی جائے گی۔ جیسے کلام مجید میں ہے۔

"وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ"

(ہم نے تورات کے بعد زبور میں بھی یہ فیصلہ حتمی طریقہ پر لکھ دیا تھا، کہ ارضِ مقدس کے وارث اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوں گے)

یہاں بھی مستقبل کی خبر ہے کیونکہ یَرِثُهَا مضارع ہے۔ اور حضرت مسیح کی تمثیل میں بھی مستقبل کے صیغے موجود ہیں لہذا قرآن کی تصدیق انجیل نے کر دی اور انجیل کی قرآن مجید نے، اور خلفاء اسلام کا ارضِ مقدس کا وارث ہونا بھی ثابت ہو گیا اور نگاہِ خداوند میں صالح ہونا بھی۔ اور ان کی بادشاہت دراصل اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہت ہے کیونکہ یہ نائب ہیں اس لیے ان کو باغبانوں کے ساتھ تعبیر کیا گیا جو مسیح علیہ السلام کے بعد اس کام پر مامور ہوئے۔

اگر اس بشارت میں مذکور پتھر کو حضرت دانیال علیہ السلام کی بخت نصر کے خواب کی تعبیر میں مذکور پتھر کے ساتھ ملا کر دیکھو تو یہ حقیقت مزید کھل کر سامنے آجائے گی کہ اس پتھر نے اس عظیم سلطنت کو تباہ و برباد کیا اور یہاں بھی ایسے پتھر کا ذکر ہے کہ جو اس پر

گرا وہ پاش پاش اور جس پر وہ پتھر گرا وہ آٹے کی طرح پس جائے گا، لہٰذا حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کا یہ قول گویا حضرت دانیال علیہ السلام کی تعبیر کی تفسیر ہے اور اس سے مراد یقیناً عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے علاوہ دوسری امت ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرا نبی کیونکہ تمثیل سے یہ بات ظاہر ہے کہ تاکستان کے مالک کا فرزند قتل ہونے کے بعد قاتلوں کو تباہ و برباد کر کے ان کا کام جب دوسروں کو سونپا گیا تو وہ لامحالہ دوسری قوم ہوں گے لہٰذا یہود اور بنی اسرائیل جو اس قتل کے مرتکب ہوئے اب ان کا کام ان کے علاوہ دوسری امت کو تفویض کیا جائے گا نہ کہ انھیں کو۔ اور جب بیٹا قتل ہوا تو لامحالہ اب پھر دوسرے لوگوں کو پھل وصول کرنے کے لیے بھیجا جائے گا نہ کہ بیٹے کو اور اس لیے یہودی، سردار کاہن اور فریسی ان کے خلاف ہوئے، کیونکہ وہ سمجھ گئے کہ ہم ان کو قتل کرنے کے درپے ہیں اور یہ ہمیں ہی تباہی، بربادی کی خبر دے رہے ہیں اور ہم سے اس بادشاہت کے چھن جانے کی۔

لہٰذا یہ پیشنگوئی قطعاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نہیں ہے، علی الخصوص جب پتھر پر گرنے والے کا ریزہ ریزہ ہونا اور جس پر وہ پتھر گرے اس کا پس جانا ملحوظ رکھیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بزعمِ یہود و باقرار نصاریٰ انتہائی بے رحمی سے قتل کیا جاتا، تو قطعاً یہ تمثیل آپ پر صادق نہیں آسکتی۔ علی الخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام آلِ داؤد سے ہیں اور بقول نصاریٰ وہ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ بلکہ آپ کی الوہیت کے قائل تھے تو پھر ان کے اور ان کی قوم کے حق میں کیونکر کہہ سکتے تھے کہ جس پتھر کو معماروں نے ردّ کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔ جو کہ ہمیشہ سے خدا کی قوم کہلاتی چلی آئی اور اس میں مسلسل انبیاء ورسل مبعوث ہوتے رہے، لہٰذا یہ تعجب انگیز اور حیرت خیز واقعہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اس کا مصداق امت امیہ عربیہ کو بنایا جائے اور یہود و

بنی اسرائیل کی عظمت و جلالت اور شان و شوکت اور ان کے علاقوں کا مالک و وارث ان کو تسلیم کیا جائے اور یہ وہ حقیقت ہے جو چشمِ فلک صدیوں سے دیکھ رہی ہے۔ لہٰذا اس کا انکار دوپہر کے سورج کو دھول سے چھپانے کے مترادف ہے۔

ازالۂ شبہ

عیسائی برادری اس تمثیل کو بھی حسبِ عادت حضرت عیسیٰؑ پر محمول کرتے ہیں لیکن ان کی یہ تاویل و توجیہ انتہائی پوچ اور بے سروپا ہے کیونکہ پہلی زندگی کے اعتبار سے تمثیل کے ساتھ قطعاً اس کی مطابقت نہیں کیونکہ بیٹے کے قتل کیے جانے پر مالک نے آکر اپنے باغبانوں کو تباہ و برباد کیا اور دوسرے باغبان مقرر کیے جو باغ کے ثمرات اس کو دینے والے تھے اور انھی دوسرے باغبانوں کو اس پتھر سے تعبیر کیا جو اس پر گرا وہ پاش پاش ہوا اور جس پر وہ پتھر گرا وہ پس گیا۔ لہٰذا اس باغ کی آبیاری مقتول عیسیٰؑ کے ذمے لگانا تمثیل کے خلاف، اور جو خود مقتول ہو گیا اس کو ایسے پتھر سے تشبیہ دینا واضح البطلان۔

پھر کلام داؤد علیہ السلام میں عیسیٰ علیہ السلام کا ردّ کیے ہوئے پتھر سے تعبیر کیا جانا ممکن ہی نہیں۔ جس نے ان کو انتہائی تعظیم و تکریم سے یاد کیا بلکہ بقول نصاریٰ اپنا خداوند تسلیم کیا۔

علاوہ ازیں اگر اس پتھر سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں تو ان کا اہلِ دنیا پر غلطی کی صورت میں حدود و تعزیرات قائم کرنا لازم آئے گا جو خود ان کے کلام کے خلاف ہے کیونکہ ان کی تعلیم تو یہ ہے جیسے کہ انجیل متی باب ۵۔ ۳۸ میں مرقوم ہے:۔

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرو بلکہ جو کوئی تمھارے داہنے گال پر طمانچہ مارے

www.OnlyOneOrThree.com

دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے الخ" لہذا امتی غریب ان کے پاس ظالموں کے ظلم سے فریاد کب لے جا سکتے ہیں اور وہ ظالموں کے نیست و نابود کیے جانے کی توقع کب رکھ سکتے ہیں۔

اسی طرح انجیل یوحنا باب ۱۲ ـ ۴۷ پر مرقوم ہے :۔

"اگر کوئی میری باتیں سن کر ان پر عمل نہ کرے تو میں اس کو مجرم نہیں ٹھہراتا (اور اس کو سزا نہیں دیتا) کیونکہ میں دنیا کو مجرم ٹھہرانے نہیں آیا بلکہ دنیا کو نجات دینے آیا ہوں۔"

جب آپ دنیا کو مجرم نہ ٹھہرائیں اور ان کو کیفر کردار تک نہ پہنچائیں تو پھر آپ کو اس پتھر سے تشبیہ کیونکر دی جا سکتی ہے۔

رہ گیا یہ توہم کہ آپ دوبارہ تشریف لائیں گے تو اس وقت مخالفین کو تہس نہس کریں گے، اول تو یہ توجیہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ انجیل یوحنا کے اس قول کے مطابق جرم کی سزا یوم اخیر پر موقوف فرماتے ہوئے کہتے ہیں :۔

"جو مجھے نہیں مانتا اور میری باتوں کو قبول نہیں کرتا اس کا ایک مجرم ٹھہرانے والا ہے۔ یعنی وہ کلام جو میں نے کیا آخری دن وہی اس کو مجرم ٹھہرائے گا کیونکہ میں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ باپ نے جس نے مجھے بھیجا اسی نے مجھے حکم دیا کہ کیا کہوں اور کیا بولوں" انجیل یوحنا باب ۱۲ ـ ۴۸، ۴۹

لہذا اس جزا و سزا کو آپ نے اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور یوم قیامت پر اس کو موقوف ٹھہرایا تو دنیا میں ظہور اول یا ثانی کسی وقت بھی آپ لوگوں کو ان کے اعمال کی سزا دیں تو یہ فرمان غلط ہو جائے گا۔

دوسری وجہ اس تاویل کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ پہلے ظہور پر آپ کی شریعت اس سے مختلف ٹھہرے گی جس کا پچھلے ظہور کے بعد آپ اظہار فرما دیں گے اور ظاہر ہے کہ وہ شریعت اسلام کے احکام کے مطابق ہو گی اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق

جب آپ پہلی شریعت کو ترک کر دیں گے اور اسلامی احکام کے مطابق جرائم کی سزا دینے لگیں تو پھر آپ کا شریعت محمدیہ کا تابع ہونا لازم آئے گا اور پہلی شریعت کا تارک، اور اس صورت میں اسلام اور بانی اسلام کی حقانیت اظہر من الشمس ہو جائے گی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہستی بھی اس کے متبعین میں شامل ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس وقت آپ کی امت بنی اسرائیل ہو گی یا اہل اسلام اور غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پہلی صورت میں تمثیل کی مطابقت ختم ہو جائے گی کیونکہ پھر بنی اسرائیل سے بادشاہت چھین کر دوسری قوم کے حوالے کرنے کی بجائے اسی قوم کے پاس رہنے دی گئی اور اگر آپ کی امت جملہ اہل اسلام ٹھہرے تو آپ کا یہ اعلان غلط ہو جائیگا "کہ میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے بھیجا گیا ہوں" انجیل متی باب ۳ ـ ۲۴۔ نیز جب آپ نے اپنے سابقہ احکام چھوڑ کر حدود و تعزیرات کا سلسلہ شروع کر دیا تو اہل اسلام کو آپ کی امت کہنا غلط ہوا بلکہ خود آپ کا افراد امت میں سے ایک فرد ہونا ثابت ہو گیا۔

جیسے خلفاء اسلام اور یہی عقیدہ اہل اسلام کا ہے لہذا اس سے بھی عیسائیت، اور اسرائیلیوں کا تو کوئی شرف ثابت نہ ہوا بلکہ صرف اور صرف شرف اسلام اور شرف بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم۔ والحمد للہ علیٰ ذلک!

www.OnlyOneOrThree.com

کیا تو وہ نبی ہے؟

انجیل یوحنا اور اعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ کتاب حضرت یحییٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایلیاہ، مسیح اور ان کے علاوہ تیسرے پیغمبر کی آمد کے منتظر تھے۔ چنانچہ یوحنا باب ا، آیت ۱۹ تا ۲۸ پر بالتفصیل اس کا تذکرہ موجود ہے:۔

"اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اس نے اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں، انھوں نے اس سے پوچھا پھر تو کون ہے، کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں (انھوں نے پوچھا) کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس انھوں نے اس سے کہا پھر تو ہے کون؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔

یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے انھوں نے اس سے سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ یوحنا نے جواب میں ان سے کہا کہ میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں، تمھارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد کا آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں۔ باب ا، آیت ۱۹ تا ۲۸۔

اور اسی انجیل یوحنا باب ۷۔ ۴۰ پر یوں مرقوم ہے:۔

"پس بھیڑ میں سے بعض نے یہ باتیں سن کر کہا بیشک یہی وہ نبی ہے۔ اوروں نے کہا یہ مسیح ہے اور بعض نے کہا کیوں؟ کیا مسیح گلیل سے آئے گا؟ کیا کتاب مقدس میں یہ نہیں آیا کہ مسیح داؤد کی نسل سے ہوگا اور بیت لحم کے گاؤں سے آئے گا جہاں کا داؤد تھا پس لوگوں میں اس کے سبب سے اختلاف ہوا" (باب ۷۔ ۴۰)

اعمال باب ۱۳۔ ۲۵ میں اس طرح مرقوم ہے:۔

"اور جب یوحنا اپنا دور پورا کر چکا تو اس نے کہا تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ میں وہ نہیں بلکہ دیکھو میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جس کے پاؤں کی جوتیوں کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں" (باب ۱۳۔ ۲۵)

ان اقتباسات سے یہی حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اہل کتاب یہود اور ان کے امام و پیشوا مسیح اور ایلیاہ کے علاوہ ایک نبی کے منتظر تھے اور سوائے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کون ہو سکتا ہے۔ عیسائی لوگوں کو تو یہ حقیقت تسلیم کرنے سے اس لیے چارہ نہیں ہے کہ حضرت یوحنا نے مسیح کو اور اس نبی کو بطور تقابل ذکر کیا ہے اور مسیح تو بقول ان کے آچکے۔ اور چلو بعد میں ان کا تشریف لانا تسلیم کرتے ہیں تو بھی آنے کے بعد مسیح ہی ہوں گے۔ لہٰذا ان کے علاوہ ایلیاہ اور دوسرے نبی کا ظہور ضروری ہے جس کو یہودیوں نے "کیا تو وہ نبی ہے" کہہ کر دریافت کیا تھا۔

اور اگر ہم اس ضمن میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے طرزِ استدلال کو اپناتے ہوئے کہہ دیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق گواہی دی کہ میں وہ نبی ہوں اور انکی گواہی ان کے حق میں سچی ہے۔ پھر ان کا خدا ان کے حق میں گواہی دیتا ہے لہذا دو گواہ ہوئے اور دو کی گواہی قبول کرنا لازم ہے تو ہم اپنے اس قول میں بالکل صادق ٹھہریں گے اور عیسائیوں کے لیے جواب کی کوئی صورت بن نہ پڑے گی۔ تفصیل اس

www.OnlyOneOrThree.com

اجمال کی یہ ہے کہ جب یسوع علیہ السلام نے دعوٰی کیا کہ میں دنیا کا نور ہوں جو میری پیروی کرے گا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا بلکہ زندگی کا نور پائے گا تو فریسیوں نے بطور اعتراض کہا یہ تو تمھارے حق صرف تمھاری گواہی ہے، کوئی اور گواہی دیتا تو کوئی بات ہوتی میری گواہی سچی نہیں۔"

اس کے جواب میں آپ نے کہا:۔

"اگرچہ میں اپنی گواہی آپ دیتا ہوں تو بھی میری گواہی سچی ہے کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور کہاں کو جاتا ہوں لیکن تمھیں معلوم نہیں کہ میں کہاں سے آتا ہوں اور کہاں کو جاتا ہوں۔ تم جسم کے مطابق فیصلہ کرتے ہو۔ میں کسی کا فیصلہ کروں بھی تو میرا فیصلہ سچا ہے کیونکہ میں اکیلا نہیں بلکہ میں ہوں اور باپ ہے، جس نے مجھے بھیجا ہے اور تمھاری توریت میں بھی لکھا ہے کہ دو آدمیوں کی گواہی مل کر سچی ہوتی ہے، ایک تو میں خود اپنی گواہی دیتا ہوں اور ایک باپ جس نے مجھے بھیجا ہے میری گواہی دیتا ہے"

(یوحنا باب ۸ ــ ۱۲ تا ۱۸)

اگر یہ طرز استدلال درست ہے اور یقیناً درست ہے کیونکہ عیسائیوں کے نبی بلکہ خداوند کا انداز استدلال ان کے ہاں کیونکر غلط ہو سکتا ہے تو پھر ہمیں بھی یہ کہنے کا حق ملنا چاہیے کہ نبی آخرالزمان خود اپنے گواہ ہیں اور ان کا بھیجنے والا خداوند ان کا گواہ ہے، رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"مثلی و مثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ الانظار یتعجبون من حسنہ بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت انا سددت موضع تلک اللبنۃ ختم بی البنیان وختم بی الرسل وفی روایۃ فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔" متفق علیہ (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ:۔ (میری اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی حالت اس محل اور مکان جیسی ہے جس کو بہت خوبصورت انداز میں تعمیر کیا گیا مگر اس سے ایک اینٹ کی جگہ خالی رکھی گئی۔ نظارہ کرنے والے اس کے گرد گھومنے لگے درانحالیکہ اس کے حسنِ تعمیر سے متعجب اور حیران تھے ماسوائے اس اینٹ والی جگہ کے۔ پس میں نے اس جگہ کو بند کیا، مجھ سے قصرِ نبوت و رسالت کی تکمیل ہوئی اور میرے ساتھ ہی سلسلہ انبیاء مکمل ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پس میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی آخری نبی ہوں")

اور اسی مضمون کو اللہ رب العزت نے "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" میں بیان فرمایا اور آپ کے آخری نبی ہونے کی بشارت دی اور آپ کی گواہی دیتے ہوئے فرمایا "يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ" (اے اہل کتاب! یقیناً تمھارے پاس ہمارا وہ رسول آچکا جو تمھارے لیے ظاہر کرتا ہے بہت کچھ اس میں سے جو تم کتاب سے چھپایا کرتے تھے اور بہت کچھ سے درگزر بھی کرتا ہے۔ تحقیق تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور واضح کتاب۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کا تورات و انجیل میں مذکور ہونا بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ" (جو لوگ اتباع کرتے ہیں اس نبی امی کی جس کا تذکرہ اپنے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں)

اور اللہ رب العزت نے فرمایا:۔

"وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ

www.OnlyOneOrThree.com

مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ " (اہل کتاب ان کی بعثت سے قبل ان کے ساتھ کفار و مشرکین کے خلاف توسل کرتے تھے اور ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت طلب کرتے تھے پس جب وہ نبی و رسول آ چکے جن کے اوصاف و کمالات کو وہ جان چکے تھے تو انھوں نے ان کے ساتھ کفر کیا، پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کفر کرنے والوں پر)

اور ارشاد خداوندی ہے :۔

" اَلَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ "

(جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ میرے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح کہ اپنے بیٹوں کو)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی اعلان فرمایا کہ وہ اس پیغمبر کی لوگوں کو بشارت دیتے تھے :۔

" وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ " (کہ میں بنی اسرائیل کا رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اس رسول کی بشارت دینے کے لیے آیا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے)

بلکہ آپ کا اور آپ کی امت بالخصوص صحابہ کرام کا تورات و انجیل میں بطور تمثیل مذکور ہونا بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے :۔

" ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ "

الغرض اللہ تعالیٰ کی گواہی اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی سے آپ کا موعود نبی ہونا اور تورات و انجیل کی پیشگوئیوں کا مصداق ہونا اور آخر الزمان پیغمبر ہونا ثابت ہے اور دو گواہیاں سچی ہوتی ہیں تو پھر آپ کے صادق ہونے میں شک و شبہ کی کیا

گنجائش۔ علی الخصوص جب آپ اُمی ہوں اور تورات و انجیل میں اپنے متعلق بشارات مذکور ہونے کا دعویٰ کریں اور کوئی یہودی و نصرانی آپ کے دعویٰ کو جھٹلا نہ سکے اور یہ نہ کہہ سکے کہ لیجیئے یہ رہی تورات اور انجیل، دکھاؤ کہاں تمھارا ذکر ہے اور ہمارے پاس تمھاری پہچان کی کیا سند ہو سکتی ہے لیکن اس قسم کی جسارت کسی نے بھی نہ کی حالانکہ مدینہ منورہ میں یہود بنی قریظہ اور بنو نضیر موجود تھے اور خیبر بھی قریب ہی تھا۔ اور نجران کے عیسائی بھی حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے اور اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ آپ نے دلائل سے اس دعویٰ کو باطل کیا۔ اور ان کے عبداللہ اور رسول اللہ ہونے کا اعلان کیا اور ان کو مباہلہ کی دعوت دے دی۔ لیکن ان کو آپ کے سامنے میدانِ مباہلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی اور جزیہ دے کر رعایا بننا قبول کر لیا۔ جس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ ان دونوں گواہیوں کو جھٹلانے کی کسی میں جرأت نہ تھی اور نہ رد و قدح کی بلکہ سب کی خاموشی نے ان شہادات کے برحق ہونے پر مُہر تصدیق لگا دی۔

علاوہ ازیں یہاں پر صرف یہ دو شہادتیں ہوتیں تو بھی واجب القبول تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن سلام جیسے حبر یہود اور کعب احبار جیسے علماء نے بھی آپ کی تائید و تصدیق کی۔ بلکہ ہزاروں لاکھوں یہودی اور عیسائی حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے اور آپ کو کتب انبیاء علیہم السلام کی بشارات کا مصداق تسلیم کیا۔ حالانکہ اہل اسلام نے کبھی کسی عیسائی اور یہودی کو حلقۂ اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہیں کیا۔ کوئی جزیہ دے کر بطور رعایا رہنا قبول کر لیتا تو اس کے خون مال اور عزت و آبرو کا تحفظ مسلمانوں کے نزدیک اسی طرح لازم ہوتا جس طرح خود حلقۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کا۔ خیبر فتح ہونے کے باوجود وہاں یہود کا عرصۂ دراز تک قیام پذیر رہنا وغیرہ اس دعویٰ پر ناقابلِ تردید دلیل ہے۔ لہذا

www.OnlyOneOrThree.com

وہ نبی کیوں کہا؟

اب رہ گیا یہ سوال کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کیوں ذکر کیا گیا اور اعزازی القاب و اوصافِ کمال سے تعبیر کیوں نہ کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مختلف مقامات پر مختلف انداز سے آپ کا تذکرہ موجود ہے۔ صرف ایک ہی اسلوب اور انداز ہی اختیار نہیں کیا گیا البتہ اس جگہ پر اس اسلوب و انداز کے اختیار کرنے کی کئی وجوہ ہیں:۔

وجہ اوّل

یہ انداز بلندی مرتبت اور عظمتِ شان پر تنبیہ کرنے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔

جس قرآن مجید کو ذلک الکتاب سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی وہ بلند شان اور عالی مرتبت کتاب، ورنہ ہذا الکتاب کہنے کا محل اور مقام تھا جس کا ترجمہ یہ کتاب ہوتا لہذا رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح ذکر کرنے میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی عظمتِ شان اندازے اور قیاس سے ماوراء ہے۔

وجہ دوم

بنی اسرائیل میں تشریف لانے والے نبی چونکہ ان کے قریب ہوتے تھے اور آپ کی ذات اقدس بنی اسماعیل میں ظہور فرما ہونے والی تھی جو ان کے علاقہ سے دور تھی، لہذا

اب تو شہادات کا شمار ہی نہیں ہو سکتا تو پھر صداقتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں شک و ارتیاب کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟

اسی شہادت کو قرآن مجید میں "وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۡ بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ عَلٰى مِثۡلِهٖ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی بنی اسرائیل میں سے بہت بڑے گواہ نے اس کے مطابق شہادت دی۔

والحمد للہ علیٰ ذلک

دریافت کیا، کیا تو وہ نبی ہے جس کا ظہور دور دراز علاقہ میں ہونا تھا۔

وجہ سوم

چونکہ یہود موسیٰ علیہ السلام کے اعلان کے مطابق ایسے عظیم رسول کے منتظر تھے جو موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہونا تھا، جس طرح ان کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام محترم و معظم تھے اسی طرح وہ رسول بھی معظم و مکرم تھے اور ان کے نام لینے اور اس کی تصریح کرنے سے کما حقہ ادب ملحوظ نہیں رہتا تھا لہذا بطور کنایہ آپ کا ذکر کیا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی ان کی آمد سے بخوبی آگاہ تھے۔ لہذا فوراً سمجھ گئے اور کہا میں وہ نبی بھی نہیں ہوں۔

وجہ چہارم

چونکہ یہود کے علم میں تھا کہ وہ پیغمبر ناسخِ ادیان ہوں گے اور ناسخِ ملل اور شرائع، اور ان کی کتاب ناسخِ کتب، ان کی نبوت ناسخ نبوات و رسالات اور ان کا قبلہ ناسخِ قبلہ جات اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ پیغمبر بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں ظہور فرما ہوں گے لہذا ازراہِ تعصب و عناد آپ کے نام کو ذکر نہ کیا بلکہ بطور کنایہ ذکر کر دیا۔

الغرض حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کیے جانے والے اس سوال میں حضرت ایلیاہ مسیح اور وہ نبی کا جس ترتیب سے ذکر ہے وہ اس حقیقت پر شاہد عدل ہے کہ حضرت مسیح کے

www.OnlyOneOrThree.com

بعد ایک ہستی کی انتظار تھی اور تمام یہود اس انتظار میں شریک تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے اٹھنے کے بعد دو ہزار سال گزر چکے ہیں اور اب تک یہود کے ہاں کوئی ایسا نبی ظہور فرما نہیں ہوا جس کو مثیل موسیٰ کہا جا سکے تو لامحالہ وہ محمد رسول اللہ ہیں جن کی شریعت وعدہ الٰہی کے مطابق سب ادیان و شرائع پر غالب رہی۔ هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ٥ اور بنی اسرائیل کے سینکڑوں سالوں سے جاری مذہب اور دین کی جگہ جس دین کو اسی علاقہ میں پذیرائی حاصل ہوئی وہ صرف اور صرف دین اسلام ہی ہے اور وہ منتظر رسول جن سے موسیٰ علیہ السلام کی مانند دینِ خداوند تعالیٰ کی تاسیس کی توقع کی جاتی رہی تھی وہ صرف آپ ہی کی ذاتِ والا صفات ہے۔

نیز اس تقابل نے، جو سوال میں موجود ہے عیسائی برادری کی اس توجیہ و تاویل کو بھی بیخ و بُن سے اکھیڑ دیا کہ وہ نبی سے مراد حضرت مسیح ہیں کیونکہ ان کے متعلق جب الگ سوال کیا گیا، تو مسیح ہے، تو پھر تیسرے سوال کا مصداق ان کو کیسے بنایا جا سکتا ہے لہٰذا یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ عیاں ہے کہ اس پیشگوئی کا مصداق صرف رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

والحمد للہ علیٰ ذلک!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اعتراف کہ میں وہ نہیں

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ میں وہ نبی نہیں ہوں تو ان کے ارشاد کے برعکس ان کو اس پیشگوئی کا مصداق بنانا ان کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ اس ضمن میں ہم انجیل برناباس کی دو شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

(۱)

کاہن نے جواب میں کہا، موسیٰ کی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارا اللہ عنقریب ہمارے لیے مسیا کو بھیجے گا جو کہ ہمیں اللہ کے ارادہ کی خبر دینے آئے گا اور دنیا کے لیے اللہ کی رحمت لائے گا اسی لیے ہم تجھ سے امید کرتے ہیں کہ ہمیں سچ بتلا کہ آیا تو ہی وہ اللہ کا مسیا ہے جس کے ہم منتظر ہیں۔ یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ اللہ نے ایسا ہی وعدہ کیا ہے مگر میں وہ نہیں ہوں اس لیے کہ وہ مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور میرے بعد آئے گا۔ (برناباس ص ۱۴۴ ۔ فصل ۹۴)

(۲)

عورت نے کہا شاید تو ہی مسیا ہے اے سید! تو یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاص کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد جلد ہی مسیا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا تمام دنیا کے لیے آئے گا۔ وہ مسیا کہ اللہ نے

www.OnlyOneOrThree.com

تمام دنیا کو اسی کی وجہ سے پیدا کیا ہے اور اس وقت تمام دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا جائیگا اور رحمت حاصل کی جائے گی (برنباس ص ۱۲۴۔ فصل ۸۲)

لہذا یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ اہل کتاب ایک نبی کے منتظر تھے اور وہ نبی صرف محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور اگر حضرت عیسٰیؑ وہ نبی ہوتے تو اس کا برملا اظہار و اعلان کرتے اور یہود کو کسی شک وشبہ میں نہ چھوڑتے ۔ اور نہ ڈانواں ڈول رکھتے ۔ پھر ان کے لیے آپ کی مخالفت کی بھی کوئی خاص وجہ نہیں ہوسکتی تھی ۔ اگر ان کی آگ حسد وعناد بھڑک سکتی تھی تو بنی اسماعیل میں سے ظاہر ہونے والے پیغمبر کے لیے اور قومی تعصب آڑے آسکتا تھا تو نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہ کہ حضرت یسوع کے لیے ۔

کیا حضرت عیسٰیؑ نبی موعود ہو سکتے ہیں؟

عیسائی لوگ تو حضرت عیسٰی کو خدا اور خداوند کا بیٹا تسلیم کرتے ہیں اور تثلیث کے قائل ہیں لہذا ان کے اس عقیدہ کی رو سے عیسٰی علیہ السلام وہ نبی کیونکر ہو سکتے ہیں، یا ان کو خداوند ماننا ترک کریں یا اس پیشنگوئی کا مصداق ماننا چھوڑیں ۔ یہ دونوں خیالات و نظریات کسی طرح بھی جمع نہیں ہو سکتے ۔ نیز الوہیت کے مرتبہ پر فائز شخصیت کو محض نبی کہنا اس کے مقام و مرتبہ میں تنقیص و تفریط ہے ۔ علی الخصوص قبل از ظہور کسی کی آمد کی خوشخبری کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام و مرتبہ ذکر کیا جائے نہ کہ اس میں کمی و کوتاہی کر کے کمترین درجہ ذکر کرنے پر اکتفا کیا جائے ۔

باقی رہا معاملہ یہودیوں کا تو جب حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دورِ نبوت میں وہ نبی موعود کے منتظر تھے اور آپ کو انھوں نے نبی موعود تسلیم نہیں کیا تھا تو لا محالہ نبی موعود کا ظہور بعد میں ہی ہونا لازم ٹھہرا ۔ اور یہ بات محتاجِ وضاحت نہیں کہ یسوع مسیح کے دنیا سے اٹھائے جانے کے بعد سے اب تک سوائے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرا کوئی نبی اس شان کا دنیا پر تشریف نہیں لایا، لہذا ان کے نزدیک بھی صرف اور صرف رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس پیشنگوئی کا مصداق ہوں گے اور ہماری کتبِ تفاسیر اور کتبِ سیر میں بھی تمام اہلِ کتاب کا محوِ انتظار ہونا صراحت سے مذکور ہے ۔

امام سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں (ج ۱) بائیس صفحات پر یعنی ص۱۰ سے ص۳۳ تک تورات
اور انجیل اور زبور و دیگر صحائف اور احبار و رہبان سے عبارات و روایات درج کر کے
اس مبحث کا حق ادا کر دیا ہے۔ وہاں پر ان تفاصیل کا مطالعہ کیا جائے۔ اور علامہ
ابن الجوزیؒ نے الوفا باحوال المصطفیٰ میں ص۳۶ سے ص۴۳ تک بہت بسط کے ساتھ
تورات و انجیل اور زبور وغیرہ سے اور علماء یہود و رہبان سے ان مباحث کو مفصل
طور پر بیان کیا ہے اور موجودہ تورات و انجیل وغیرہ میں ہزاروں تغیر و تبدل ہوئے لیکن
اب بھی بے شمار بشارات اور پیشنگوئیاں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں موجود
ہیں۔ اور سوائے آپ کے کوئی دوسرا شخص ان کا مصداق بن ہی نہیں سکتا۔ بشرطیکہ
حسد و عناد آنکھوں کو بینائی سے اور دل کو بصیرت سے محروم نہ کر دے لہذا انجیل یوحنا
اور اعمال کی یہ عبارت ہماری کتابوں میں مندرج روایات اور عبارات کی حرف بحرف
تصدیق کرتی ہیں اور اس طرح تمام مذاہب کی کتابوں سے سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ
وسلم کا نبی موعود اور رسولِ منتظر ہونا واضح ہو گیا۔
والحمد للہ علیٰ ذلک!

امام المناظرین اشرف العلماء علامہ ابو الحسنات

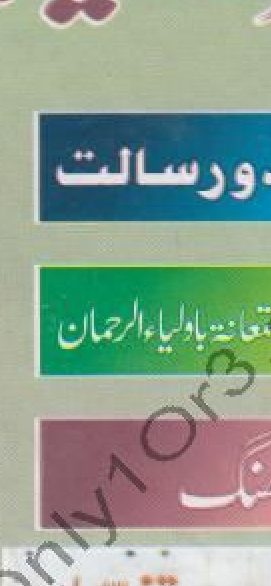
محمد اشرف سیالوی زید مجدہم

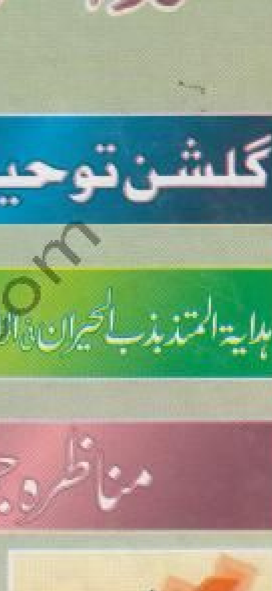
کی قابل قدر تصانیف

گلشن توحید و رسالت

ہدایۃ المتذبذب الحیران فی الاستعانۃ باولیاء الرحمان

مناظرہ جھنگ





تحفہ حسینیہ

کوثر الخیرات

جلاء الصدور

متعہ اور اسلام

اہل السنۃ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم
Phone:0541-634759

Printed By:
Maktaba Jamal-Karam Lahore Ph: 042 7324948

www.Only1or3.com